صراطُ الجنان فی تفسیرِ القرآن سے انتخاب

اے ایمان والو!

(89 آیاتِ قرآنی)

پیشکش:
مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

سورۃ البقرہ

01

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کرنے کا باادب طریقہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ-وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۰۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(البقرۃ: ۱۰۴)

﴿لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا: راعنا نہ کہو۔﴾ **شانِ نزول:** جب حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے: ''رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ'' اس کے یہ معنی تھے کہ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ کلمہ بے ادبی کا معنی رکھتا تھا اور انہوں نے اسی بری نیت سے کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہودیوں کی اصطلاح سے واقف تھے۔ آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا: اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت، اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہودیوں نے کہا: ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں جبکہ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں ، اس پر آپ رنجیدہ ہو کر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ''رَاعِنَا'' کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ ''اُنْظُرْنَا'' کہنے کا حکم ہوا۔

(قرطبی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۴۴-۴۵، الجزء الثانی، تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۶۳۴، تفسیر عزیزی(مترجم)، ۲/۶۶۹، ملتقطاً)

آیت ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا'' سے معلوم ہونے والے احکام:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں ادب کا لحاظ کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا معمولی سا بھی اندیشہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ جس لفظ کے دو معنی ہوں اچھے اور برے اور لفظ بولنے میں اس برے معنیٰ کی طرف بھی ذہن جاتا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے استعمال نہ کئے جائیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کا ادب ربُّ العالَمین خود سکھاتا ہے اور تعظیم کے متعلق احکام کو خود جاری فرماتا ہے۔

﴿وَ اسْمَعُوْا: اور غور سے سنو۔﴾ یعنی حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کلام فرمانے کے وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ توجہ فرمائیں کیونکہ دربارِ نبوت کا یہی ادب ہے۔

﴿وَ لِلْكٰفِرِیْنَ: اور کافروں کیلئے۔﴾ یعنی جو یہودی سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں بے ادبی والے الفاظ

www.dawateislami.net

استعمال کر رہے ہیں ان یہودیوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔(روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۱/۱۹۷)

یاد رہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔

02

صبر اور نماز سے مدد چاہنے کا حکم اور صبر والوں کی فضیلت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔(البقرۃ: ۱۵۳)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں ذکر اور شکر کا بیان ہوا اور اس آیت میں صبر اور نماز کا ذکر کیا جارہا ہے کیونکہ نماز، ذکرُ اللہ اور صبر و شکر پر ہی مسلمان کی زندگی کامل ہوتی ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ صبر سے مدد طلب کرنا یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی، گناہوں سے رکنے اور نفسانی خواہشات کو پورا نہ کرنے پر صبر کیا جائے اور نماز چونکہ تمام عبادات کی اصل اور اہلِ ایمان کی معراج ہے اور صبر کرنے میں بہترین معاون ہے اس لئے اس سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور ان دونوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ بدن پر باطنی اعمال میں سب سے سخت صبر اور ظاہری اعمال میں سب سے مشکل نماز ہے۔(روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ۱/۲۵۷، ملخصاً)

حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی نماز سے مدد چاہتے تھے جیسا کہ حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نماز میں مشغول ہو جاتے۔

(ابو داؤد، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل، ۲/۵۲، الحدیث: ۱۳۱۹)

اسی طرح نمازِ اِستِسقا اور نمازِ حاجت بھی نماز سے مدد چاہنے ہی کی صورتیں ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ: بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔﴾ حضرت علامہ نصر بن محمد سمرقندی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ (اپنے علم و قدرت سے) ہر ایک کے ساتھ ہے لیکن یہاں صبر کرنے والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور کر کے آسانی فرمائے گا۔(تفسیر سمرقندی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۵۳، ۱/۱۶۹)

صبر کی تعریف:

اس آیت میں صبر کا ذکر ہوا، صبر کا معنی ہے نفس کو اس چیز پر روکنا جس پر رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو یا نفس کو اس چیز سے باز رکھنا جس سے رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو۔(مفردات امام راغب، حرف الصاد، ص ۴۷۴)

صبر کی اقسام:

بنیادی طور پر صبر کی دو قسمیں ہیں: (۱)...بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا (۲)... طبعی خواہشات اور خواہش

کے تقاضوں سے صبر کرنا۔ پہلی قسم کا صبر جب شریعت کے موافق ہو تو قابلِ تعریف ہوتا ہے لیکن مکمل طور پر تعریف کے قابل صبر کی دوسری قسم ہے۔(احیاء علوم الدین، کتاب الصبر والشکر، بیان الاسامی التی تتجدد للصبر...الخ، ۸۲/۴)

صبر کے فضائل:

قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال میں صبر کے بے پناہ فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے ان میں سے 10 فضائل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1) ...اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(پ۱۰، الانفال: ۴۶)

(2) ...صبر کرنے والے کو اس کے عمل سے اچھا اجر ملے گا۔(پ۱۴، النحل: ۹۶)

(3) ...صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔(پ۲۳، الزمر: ۱۰)

(4) ...صبر کرنے والوں کی جزاء دیکھ کر قیامت کے دن لوگ حسرت کریں گے۔(معجم الکبیر، ۱۴۱/۱۲، الحدیث: ۱۲۸۲۹)

(5) ...صبر کرنے والے رب کریم عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے درود وہدایت اور رحمت پاتے ہیں۔(پ۲، البقرۃ: ۱۵۷)

(6) ...صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔(پ۴، ال عمران: ۱۴۶)

(7) ...صبر آدھا ایمان ہے۔ (مستدرک، کتاب التفسیر، الصبر نصف الایمان، ۲۳۷/۳، الحدیث: ۳۷۱۸)

(8) ...صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔(احیاء علوم الدین، کتاب الصبر والشکر، بیان فضیلۃ الصبر، ۷۶/۴)

(9) ...صبر کرنے والے کی خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔(ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، ۱۷۹/۴، الحدیث: ۲۴۰۷)

(10) ...صبر ہر بھلائی کی کنجی ہے۔(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان، فصل فی ذکر ما فی الاوجاع ...الخ، ۲۰۱/۷، رقم: ۹۹۹۶)

غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں:

"خدارا انصاف! اگر آیۂ کریمہ "اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جَلَّ وَعَلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص واشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے۔ نہیں نہیں، جب مطلقاً ذات اَحدیَّت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، اَحیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیۂ کریمہ کا کہ رب جَلَّ وَعَلا فرماتا ہے:

"وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ" (البقرۃ: ۴۵)		استعانت کرو صبر ونماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے؟ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے:

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" (مائدہ:۲)		آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔ حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ (۱) صبح کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۲) شام کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۳) کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۴) علم کے لکھنے سے استعانت کرو۔ (۵) سحری کے کھانے سے استعانت کرو۔ (۶) دوپہر کے سونے سے استعانت وصدقہ سے استعانت کرو۔ (۷) حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔

(فتاویٰ رضویہ، ۲۱/۳۰۵-۳۰۶)

مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 21ویں جلد میں موجود رسالہ "بَرَکَاتُ الْاِمْدَادِ لِاَھْلِ الْاِسْتِمْدَادِ" کا مطالعہ فرمائیں۔

03

حلال رزق کھانے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (البقرۃ: ۱۷۲)

﴿وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ: اور اللہ کا شکر ادا کرو۔﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کئی مقامات پر رزقِ الٰہی کھانے کا بیان کیا، جیسے سورۂ بقرہ آیت 168، سورۂ مائدہ 87، 88، سورۂ اعراف آیت 31، 32 اور سورۂ نحل آیت 114 وغیرہ۔ الغرض اس طرح کے بیسیوں مقامات ہیں جہاں رزقِ الٰہی سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ صرف یہ شرط لگائی ہے کہ حرام چیزیں نہ کھاؤ، حرام ذریعے سے حاصل کرکے نہ کھاؤ، کھا کر غافل نہ ہو جاؤ، یہ چیزیں تمہیں اطاعتِ الٰہی سے دور نہ کردیں، کھا پی کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرو۔ چنانچہ فرمایا: اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

04

قصاص کی فرضیت اور دیت کے چند احکام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ

رَبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۷۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے تو اچھے طریقے سے مطالبہ ہو اور وارث کو اچھے طریقے سے ادائیگی ہو۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔ تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔(البقرۃ:۱۷۸)

﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى: تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا۔﴿ یہ آیت اَوس اور خَزرج کے بارے میں نازل ہوئی، ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے سے قوت، تعداد، مال و شرف میں زیادہ تھا۔ اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک کے بدلے دو کو قتل کرے گا، زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی زیادتیوں کے عادی تھے۔ عہد اسلام میں یہ معاملہ حضور سید الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی اور عدل و مساوات کا حکم دیا گیا۔ اس پر وہ لوگ راضی ہوئے۔

(جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۸، ۱/۲۱۳)

قرآن کریم میں قصاص کا مسئلہ کئی آیتوں میں بیان ہوا ہے، اس آیت میں قصاص اور معافی دونوں مسئلے ہیں اور اللہ تعالٰی کے اس احسان کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قصاص اور معافی میں اختیار دیا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ اور اس کے شانِ نزول سے اسلام کی نظر میں خونِ انسان کی حرمت کا بھی علم ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قتلِ عمد کی صورت میں قاتل پر قصاص واجب ہے خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مرد کو قتل کیا ہو یا عورت کو کیونکہ آیت میں ''قَتْلٰی'' کا لفظ جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے۔ البتہ کچھ افراد اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نیز اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا کہ جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نہیں کیا جائے گا، ان میں رائج تھا کہ آزادوں میں لڑائی ہوتی تو وہ ایک کے بدلے دو کو قتل کرتے، غلاموں میں ہوتی تو بجائے غلام کے آزاد کو مارتے، عورتوں میں ہوتی تو عورت کے بدلے مرد کو قتل کرتے اور محض قاتل کے قتل پر اکتفا نہ کرتے بلکہ بعض اوقات بہت بڑی تعداد میں قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری رکھتے۔ ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا۔

﴾ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ: تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے۔﴿ اس کا معنی یہ ہے کہ جس قاتل کو مقتول کے اولیاء کچھ معاف کریں جیسے مال کے بدلے معاف کرنے کا کہیں تو یہاں قاتل اور اولیاءِ مقتول دونوں کو اچھا طریقہ اختیار کرنے کا فرمایا گیا ہے۔ مقتول کے اولیاء سے فرمایا کہ اچھے انداز میں مطالبہ کریں، شدت و سختی نہ کریں اور قاتل سے فرمایا کہ وہ خون بہا کی ادائیگی میں اچھا طریقہ اختیار کرے۔ آیت میں قاتل اور مقتول کے وارث کو بھائی کہا گیا اس سے معلوم ہوا کہ قتل اگرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے ایمانی بھائی چارا ختم نہیں ہو جاتا۔ اس میں خارجیوں کے مذہب کی تردید ہے جو کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔ اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہوتا ہے کافر نہیں۔

قصاص سے متعلق دو اہم مسائل:

(1)... مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ خواہ قاتل کو بغیر عوض معاف کردے یا مال پر صلح کرے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو اور قصاص چاہے تو قصاص ہی فرض رہے گا۔ (جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۸، ۱/۲۱۳)

(2)... اگر مال پر صلح کریں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مال واجب ہوتا ہے۔(تفسیرات احمدیہ، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۸، ص۵۲)

مزید تفصیلات کیلئے بہارِ شریعت حصہ 17 کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ: تو جو اس کے بعد زیادتی کرے۔﴾ یعنی دستورِ جاہلیت کے مطابق غیر قاتل کو قتل کرے یا دِیَت قبول کرنے اور معاف کرنے کے بعد قتل کرے تو اس کیلئے دردناک عذاب ہے۔(تفسیر مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۷۸، ص۹۵)

05

روزوں کی فرضیت کا بیان

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ﴿۱۸۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔(البقرۃ: ۱۸۳)

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ: تم پر روزے فرض کیے گئے۔﴾ اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے۔ ”شریعت میں روزہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچا جائے۔“(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۸۳، ۱/۱۱۹)

روزہ بہت قدیم عبادت ہے:

اس آیت میں فرمایا گیا ”جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ بہت قدیم عبادت ہے۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض ہوتے چلے آئے ہیں اگرچہ گزشتہ امتوں کے روزوں کے دن اور احکام ہم سے مختلف ہوتے تھے۔ یاد رہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان 2 ہجری میں فرض ہوئے تھے۔(درمختار، کتاب الصوم، ۳/۳۸۳)

روزے کا مقصد:

آیت کے آخر میں بتایا گیا کہ روزے کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری کا حصول ہے۔ روزے میں چونکہ نفس پر سختی کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی روک دیا جاتا ہے تو اس سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے جس سے ضبطِ نفس اور حرام سے بچنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہی ضبطِ نفس اور خواہشات پر قابو وہ بنیادی چیز ہے جس کے ذریعے آدمی گناہوں سے رکتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (نازعات: ۴۰، ۴۱)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطعِ شہوت ہے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ۳/۴۲۲، الحدیث: ۵۰۶۶)

06

اسلامی احکام کی مکمل پیروی کرنے کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرۃ: ۲۰۸)

﴿اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً: اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔﴾ شانِ نزول: اہلِ کتاب میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے اصحاب، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے، ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے، اس روز شکار سے لازماً اِجتناب جانتے اور اونٹ کے دودھ اور گوشت سے بھی پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں صرف مُباح یعنی جائز ہیں، ان کا کرنا ضروری تو نہیں جبکہ توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا گیا ہے تو ان کے ترک کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت مُوسوی پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے احکام کا پورا اتباع کرو یعنی توریت کے احکام منسوخ ہو گئے اب ان کی طرف توجہ نہ دو۔ (خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۰۸، ۱/۱۴۷)

ایمانی کمزوری کی علامت:

یاد رکھیں کہ داڑھی منڈوانا، مشرکوں کا سا لباس پہننا، اپنی معاشرت بے دینوں جیسی کرنا بھی سب ایمانی کمزوری کی علامت ہے جب مسلمان ہو گئے تو سیرت و صورت، ظاہر و باطن، عبادات و معاملات، رہن سہن، میل برتاؤ، زندگی موت، تجارت و ملازمت سب میں اپنے دین پر عمل کرو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کا دوسرے مذاہب یا دوسرے دین والوں کی رعایت کرنا شیطانی دھوکے میں آنا ہے۔ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں فرض نہیں مگر یہودیت کی رعایت کے لئے نہ کھانا بڑا سخت جرم ہے۔ کافروں کو راضی کرنے کیلئے گائے کی قربانی بند کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ یونہی کسی جگہ اذان بند کرنا یا اذان آہستہ آواز سے دینا سب اسی میں داخل ہے۔

07

راہِ خدا میں مال خرچ کرکے آخرت کی تیاری کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌؕ-وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۲۵۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں۔(البقرۃ:۲۵۴)

﴿اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ: **ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرلو۔**﴾ فکرِ آخرت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے پہلے راہِ خدا میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال خرچ کرلو۔ قیامت کا دن بڑی ہیبت والا ہے، اس دن مال کسی کو بھی فائدہ نہ دے گا اور دنیوی دوستیاں بھی بیکار ہوں گی بلکہ باپ بیٹے بھی ایک دوسرے سے جان چھڑا رہے ہوں گے اور کافروں کو کسی کی سفارش کام نہ دے گی اور نہ دنیوی انداز میں کوئی کسی کی سفارش کرسکے گا۔ صرف اِذنِ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے شفاعت کریں گے جیسا کہ اگلی آیت یعنی آیتُ الکرسی میں آرہا ہے اور مال کا فائدہ بھی آخرت میں اسی صورت میں ہے جب دنیا میں اسے نیک کاموں میں خرچ کیا ہو اور دوستیوں میں سے بھی نیک لوگوں کی دوستیاں کام آئیں گی جیسا کہ سورۂ زُخرُف میں ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (زخرف:۶۷)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔

﴿وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ: **اور کافر ہی ظالم ہیں۔**﴾ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو غلط جگہ استعمال کرنا۔ کافروں کا ایمان کی جگہ کفر اور طاعت کی جگہ معصیت اور شکر کی جگہ ناشکری کو اختیار کرنا ان کا ظلم ہے اور چونکہ یہاں ظلم کا سب سے بدتر درجہ مراد ہے اسی لئے فرمایا کہ کافر ہی ظالم ہیں۔

08

احسان جتا کر اور تکلیف دے کر صدقات کا ثواب باطل کرنے کی ممانعت

ریاکاری کے طور پر صدقہ کرنے والوں کی مثال

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ-كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ-فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ-لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ-وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ(۲۶۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کر دو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی ہے تو اس پر زوردار بارش پڑی جس نے اسے صاف پتھر کر چھوڑا، ایسے لوگ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔(البقرۃ:۲۶۴)

﴾لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ: اپنے صدقے برباد نہ کر دو۔﴿ ارشاد فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جس پر خرچ کرو اس پر احسان جتلا کر اور اسے تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کا ثواب برباد نہ کر دو کیونکہ جس طرح منافق آدمی لوگوں کو دکھانے کیلئے اور اپنی واہ واہ کروانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے لیکن اس کا ثواب برباد ہو جاتا ہے اسی طرح فقیر پر احسان جتلانے والے اور اسے تکلیف دینے والے کا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی پڑی ہوئی ہو، اگر اس پر زوردار بارش ہو جائے تو پتھر بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روزِ قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لیے نہ تھے یا یوں کہہ لیں کہ منافق کا دل گویا پتھر کی چٹان ہے، اس کی عبادات خصوصاً صدقات اور ریا کی خیراتیں گویا وہ گرد و غبار ہیں جو چٹان پر پڑ گئیں، جن میں بیج کی کاشت نہیں ہو سکتی، رب تعالیٰ کا ان سب کو رد فرما دینا گویا وہ پانی ہے جو سب مٹی بہا کر لے گیا اور پتھر کو ویسا ہی کر گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صدقہ ظاہر کرنے سے فقیر کی بدنامی ہوتی ہو تو صدقہ چھپا کر دینا چاہیے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی سفید پوش یا معزز آدمی یا عالم یا شیخ کو کچھ دیا جائے تو چھپا کر دینا چاہیے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو علمِ دین سکھایا ہو تو اس کی جزا کی بھی بندے سے امید نہ رکھے اور نہ اسے طعنے دے کیونکہ یہ بھی علمی صدقہ ہے۔

آیت ”لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى“ سے معلوم ہونے والے احکام:

اس آیت سے ہمیں یہ باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...ریاکاری سے اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے احیاءُ العلوم جلد 3 میں سے ”ریاکاری کا بیان“ مطالعہ کریں۔

(2)...فقیر پر احسان جتلانا اور اسے ایذاء دینا ممنوع ہے اور یہ بھی ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔

(3)...کافر کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔

(4)...جہاں ریاکاری یا اس طرح کی کسی دوسری آفت کا اندیشہ ہو وہاں چھپا کر مال خرچ کیا جائے۔

(5)...اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طرح صدقہ دینے کی اجازت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت 271 اور 274 میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان ہے، لیکن اپنی قلبی حالت پر نظر رکھ کر عمل کیا جائے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں ریاکاری، احسان جتلانا اور ایذاء دینا تینوں بد اعمال کی بھرمار ہے۔ مالدار پیسہ خرچ کرتا ہے تو جب تک اپنے نام کے بینر نہ لگوا لے یا اخبار میں تصویر اور خبر نہ چھپوا لے اسے چین نہیں آتا، خاندان میں کوئی کسی کی مدد کرتا ہے تو زندگی بھر اُسے دباتا رہتا ہے، جب دل کرتا ہے سب لوگوں کے سامنے اسے رسوا کر دیتا ہے، جہاں رشتے دار جمع ہوں گے وہیں اپنے مدد کرنے کا اعلان کرنا شروع

کردے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

09

راہِ خدا میں پاکیزہ اور حلال مال خرچ کرنے کا حکم
راہِ خدا میں ناقص اور گھٹیا مال دینے کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴿۲۶۷﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے خاص ناقص مال (دینے) کا ارادہ نہ کرو حالانکہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم اسے چشم پوشی کئے بغیر قبول نہیں کروگے اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ، حمد کے لائق ہے۔ (البقرۃ:۲۶۷)

﴿اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ: اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ خرچ کرو۔﴾ بعض لوگ صدقہ میں خراب مال دیا کرتے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا کمایا ہوا پاکیزہ اور صاف ستھرا مال دیا کرو نیز زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں خرچ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ناقص، گھٹیا اور ردی مال نہ دیا کرو، جب تم اللہ تعالیٰ سے اچھی جزا چاہتے ہو تو اس کی راہ میں مال بھی اعلیٰ درجے کا دیا کرو۔ غور کرو کہ جس طرح کا گھٹیا مال تم راہِ خدا میں دیتے ہو اگر وہی مال تمہیں دیا جائے تو کیا تم قبول کروگے! پہلے تو قبول ہی نہ کروگے اور اگر قبول کر بھی لو تو کبھی خوشدلی سے نہ لوگے بلکہ دل میں برا مناتے ہوئے لوگے تو جب اپنے لئے اچھا لینے کا سوچتے ہو تو راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے کے بارے میں بھی اچھا ہی سوچو۔ بہت سے لوگ خود تو اچھا استعمال کرتے ہیں لیکن جب راہِ خدا میں دینا ہوتا ہے تو ناقابلِ استعمال اور گھٹیا قسم کا دیتے ہیں۔ ان کیلئے اِس آیت میں عبرت ہے۔ اگر کوئی چیز فی نَفْسِہٖ تو اچھی ہے لیکن آدمی کو خود پسند نہیں تو اس کے دینے میں کوئی حرج نہیں البتہ حرج وہاں ہے جہاں چیز اچھی نہ ہونے کی وجہ سے ناپسند ہو۔

آیت "اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ" سے معلوم ہونے والے مسائل:

اِس آیت سے کئی مسائل معلوم ہوئے:

(1)... اس سے کمانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔

(2)... آیت میں نفلی اور فرض صدقات دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔

(3)... اپنی کمائی سے خیرات کرنا بہتر ہے کیونکہ فرمایا اپنی کمائیوں سے۔

(4)... مالِ حلال سے خیرات کیا جائے۔

(5)... سارا مال خیرات نہ کرے بلکہ کچھ اپنے خرچ کے لئے بھی رکھے جیسا کہ ''مِمَّا'' ''میں سے'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔

(6)... زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں دیا جائے خواہ وہ غلے ہوں یا پھل نیز پیداوار کم ہو یا زیادہ بہر صورت دیا جائے۔

10

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور بقایا سود نہ لینے کا حکم

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷۸﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔(البقرۃ:۲۷۸)

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ: اللہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت میں ایمان والے کہہ کر مخاطب کیا اور ایمان کے ایک اہم تقاضے یعنی تقویٰ کا حکم دیا پھر تقویٰ کی روح یعنی حرام سے بچنے کا فرمایا اور حرام سے بچنے میں ایک کبیرہ گناہ سود کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر سود کے حرام ہونے سے پہلے مقروض پر سود لازم ہو گیا تھا اور اب تک کچھ سود لے لیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ یہ سود کے حرام ہونے کا حکم آ گیا تو جو سود اس سے پہلے لیا تھا وہ واپس نہ کیا جائے گا لیکن آئندہ بقایا سود نہ لیا جائے گا۔ **شانِ نزول:** یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی کافی بھاری سودی رقمیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں اس میں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابقہ بقیہ سود لینے کی بھی اجازت نہیں۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۸، ۱/۲۱۷)

11

ادھار کا معاملہ لکھ لینے کا حکم۔ کاتب انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ معاہدہ انصاف کے ساتھ لکھنا چاہئے۔ جو لکھنے پر قادر نہ ہو وہ دوسرے سے لکھوا لے۔ معاہدہ لکھنے کے بعد اس پر گواہ بنا لئے جائیں۔ چھوٹے بڑے ہر قرض کو لکھ لینا مفید ہے۔ ہاتھوں ہاتھ تجارت ہو تو نہ لکھنے میں حرج نہیں۔ سودا کرتے وقت گواہ بنانے اور کاتب و گواہ کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَ لْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪

وَ لَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ ۚ وَ لْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَ لْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْــٴًـا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَ لَا تَسْــٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۪ وَ لَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِیْدٌ ؕ۬ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ یُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ(۲۸۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی لکھنے والے کو انصاف کے ساتھ (معاہدہ) لکھنا چاہئے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے اور جس شخص پر حق لازم آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس حق میں سے کچھ کمی نہ کرے پھر جس پر حق آتا ہے اگر وہ بے عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے (منتخب کرلو) جنہیں تم پسند کرو تاکہ (اگر) ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دلا دے، اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تم (بعد میں) شک میں نہ پڑو (ہر معاہدہ لکھا کرو) مگر یہ کہ کوئی ہاتھوں ہاتھ سودا ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو اور نہ کسی لکھنے والے کو کوئی نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا کوئی نقصان پہنچائے اور نہ گواہ) اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہو گی اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔(البقرۃ: ۲۸۲)

﴿اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى: جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو۔﴾ اس آیت میں تجارت اور باہمی لین دین کا اہم اصول بیان کیا گیا ہے اور مجموعی طور پر آیت میں یہ احکام دیئے گئے ہیں :

(1)... جب ادھار کا کوئی معاملہ ہو، خواہ قرض کا لین دین ہو یا خرید و فروخت کا، رقم پہلے دی ہو اور مال بعد میں لینا ہے یا مال ادھار پر دیدیا اور رقم بعد میں

وصول کرنی ہے، یونہی دکان یا مکان کرایہ پر لیتے ہوئے ایڈوانس یا کرایہ کا معاملہ ہو، اس طرح کی تمام صورتوں میں معاہدہ لکھ لینا چاہیے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن اس پر عمل کرنا بہت سی تکالیف سے بچاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں تو اس حکم پر عمل کرنا انتہائی اہم ہو چکا ہے کیونکہ دوسروں کا مال دبا لینا، معاہدوں سے مکر جانا اور کوئی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اصل رقم کے لازم ہونے سے انکار کرنا ہر طرف عام ہو چکا ہے۔ لہٰذا جو اپنی عافیت چاہتا ہے وہ اس حکم پر ضرور عمل کرلے ورنہ بعد میں صرف پچھتانا ہی نصیب ہو گا۔ اسی لئے آیت کے درمیان میں فرمایا کہ ”اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔

(2)... معاہدہ انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے، کسی قسم کی کوئی کمی بیشی یا ہیر اپھیری نہ کی جائے۔ اَن پڑھ آدمی کے ساتھ اس چیز کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

(3)... اگر کسی کو خود لکھنا نہیں آتا، بچہ ہے، یا انتہائی بوڑھا یا نابینا وغیرہ تو دوسرے سے لکھوالے اور جسے لکھنے کا کہا جائے اسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ لکھنا لوگوں کی مدد کرنا ہے اور لکھنے والے کا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں تو مفت کا ثواب کیوں چھوڑے؟

(4)... لکھنے میں یہ چاہیے کہ جس پر ادائیگی لازم آرہی ہے وہ لکھے یا وہ لکھوائے۔

(5)... لین دین کا معاہدہ لکھنے کے بعد اس پر گواہ بھی بنالینے چاہئیں تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔ گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں۔

(6)... گزشتہ احکام قرض اور ادھار کے حوالے سے تھے، اگر ہاتھوں ہاتھ کا معاملہ ہے یعنی رقم دی اور سودا لے لیا تو اس میں لکھنے کی حاجت نہیں جیسے عموماً دکانوں پر جاکر ہم رقم دے کر چیز خرید لیتے ہیں اور وہاں لکھا نہیں جاتا۔ ہاں اپنے حساب کتاب کیلئے بِل وغیرہ بنالینا مناسب ہے۔ یونہی کوئی چیز وارنٹی پر ہوتی ہے تو بِل بنوایا جاتا ہے کہ بعد میں اُسی کی بنیاد پر وارنٹی استعمال ہوتی ہے۔

(7)... آیت میں لفظ ”یُضَآرَّ“ آیا ہے۔ عربی کے اعتبار سے اسے معروف اور مجہول دونوں معنوں میں لیا جاسکتا ہے۔ ایک صورت یعنی مجہول کے اعتبار سے معنیٰ ہوگا کہ کاتبوں اور گواہوں کو ضرر یعنی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کاتب اور گواہ اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں تو انہیں اس وقت لکھنے پر مجبور کیا جائے، ان سے ان کا کام چھڑوایا جائے یا کاتب کو لکھنے کا معاوضہ نہ دیا جائے یا گواہ دوسرے شہر سے آیا ہو اور اسے سفر کا خرچہ نہ دیا جائے۔ دوسری صورت یعنی معروف پڑھنے میں معنیٰ یہ ہوگا کہ کاتب اور گواہ لین دین کرنے والوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ فرصت اور فراغت کے باوجود نہ آئیں یا لکھنے میں کوئی گڑبڑ کریں۔

(8)... آیت کے اس حصے ”وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ“ میں خرید و فروخت کرتے ہوئے گواہ بنالینے کا حکم ہے اور یہ حکم مستحب ہے۔

گواہی کے احکام:

یہاں آیت میں گواہ کا مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے، اس کی مناسبت سے گواہی کے چند احکام بیان کئے جاتے ہیں:

(1)... گواہ کے لیے آزاد، عاقل، بالغ، اور مسلمان ہونا شرط ہے۔ کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔

(2)... تنہا عورتوں کی گواہی معتبر نہیں خواہ وہ چار ہی کیوں نہ ہوں مگر وہ معاملات جن پر مرد مطلع نہیں ہوسکتے جیسا کہ بچہ جننا اور عورتوں کے خاص معاملات ان میں ایک عورت کی گواہی بھی مقبول ہے۔

(3)... حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے، اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو

عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہے۔(مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۲، ص ۱۴۴)

گواہی دینا فرض اور چھپانا ناجائز ہے:

اس آیت میں فرمایا گیا کہ **"جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں"** اس سے معلوم ہوا کہ گواہی دینا فرض ہے، لہٰذا جب مُدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں۔ یہ حکم حدود کے سوا اور معاملات میں ہے، حدود میں گواہ کو بتانے اور چھپانے دونوں کا اختیار ہے بلکہ چھپانا افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث شریف میں ہے ، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن...الخ، ۲۱۸/۳، الحدیث: ۲۵۴۴)

لیکن چوری کے معاملے میں مال لینے کی گواہی دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو، البتہ گواہ اتنی احتیاط کرسکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے اور گواہی میں یہ کہنے پر اِکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

سورۃ اٰل عمران

12

مسلمانوں کو اہلِ کتاب کی اطاعت نہ کرنے کی ہدایت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے۔(اٰل عمران: ۱۰۰)

﴿**اِنْ تُطِيْعُوْا: اگر تم اطاعت کرو۔**﴾ مرشاس بن قیس یہودی مسلمانوں کی مجلس کے قریب سے گزرا جس میں انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج نہایت محبت سے باتیں کر رہے تھے، اسلام سے پہلے ان کی آپس میں بہت جنگ تھی۔ اس یہودی کو ان کے اتفاق سے بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ اس نے ایک نوجوان یہودی سے کہا کہ تم اِن کی گزشتہ جنگیں یاد دلا کر اِنہیں لڑا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ قصیدے پڑھے جن میں ان کی گزشتہ جنگوں کا ذکر تھا۔ ان قصائد کو سن کر انصار کو اپنی گزشتہ جنگیں یاد آگئیں اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ قریب تھا کہ خون ریزی ہو جائے، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فوراً موقع پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ اتری۔(درمنثور، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۲۷۸/۲-۲۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں آیت میں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی "انا" کیلئے آپس میں جنگ کرنا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا یہودیوں کا کام اور آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا سراپا رحمت، مجسمِ شفقت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت ہے۔

13

تقویٰ اور ایمان پر خاتمے کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(۱۰۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

(اٰل عمران: ۱۰۲)

﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ: اللہ سے ڈرو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بقدرِ طاقت اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے جس میں فرمایا گیا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن: ۱۶)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔

نیز آیت کے آخری حصے میں فرمایا کہ اسلام پر ہی تمہیں موت آئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے زندگی کے ہر لمحے میں اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تاکہ جب تمہیں موت آئے تو حالتِ اسلام پر ہی آئے۔

14

کافروں کو راز دار بنانے کی ممانعت اور کفار کی خواہشات

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ
مِنْ اَفْوَاهِهِمْۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(۱۱۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کردیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ (اٰل عمران: ۱۱۸)

﴿ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ: غیروں کو راز دار نہ بناؤ۔﴾ بعض مسلمان اپنے قرابت دار اور رشتہ دار یہودیوں وغیرہ سے قرابت یا پڑوس کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیتِ کریمہ اتری۔ (صاوی، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۱/۳۰۶)

کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات:

اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت واخلاص حرام ہے اور انہیں اپنا راز دار بنانا بھی ناجائز ہے اور تجربات سے بھی

یہی ثابت ہے کہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حکمران کافروں اور مرتدوں کو اہم ترین عہدوں پر نہ لگائے جس سے یہ لوگ غداری کرنے کا موقعہ پائیں کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں نیز ان کی دشمنیاں ان کے الفاظ اور کردار سے ظاہر ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتا رہتا ہے۔ جب زبانی دشمنی بھی سامنے آتی رہتی ہے تو جو دشمنی اور مسلمانوں سے بغض و عداوت ان کے دلوں میں ہو گی وہ کس قدر ہو گی؟ یقیناً ان کے دلوں میں موجود دشمنی ظاہری دشمنی سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! اِن سے دوستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔ قرآنِ پاک کی جامعیت اور حقانیت کو اگر سمجھنا ہو تو ان آیات کو سامنے رکھ کر تمام دنیا کے مسلمان اور کافر ممالک کے حالات کا جائزہ لیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ نہیں ہے؟ یقیناً سچ ہے۔ تاریخ عالم، تاریخِ اسلام اور موجودہ حالات تمام کے تمام قرآن کی ان آیات کی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ابھی بھی ہماری آنکھیں خوابِ غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہی کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مان رہے ہیں جنہیں اپنے راز بتانے سے بھی اللہ تعالیٰ ہمیں منع فرما رہا ہے۔

15

سود کھانے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَۚ(۱۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! دُگنا دَر دُگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔ (اٰل عمران: ۱۳۰)

﴿لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً: دُگنا دَر دُگنا سود نہ کھاؤ۔﴾ اس آیت میں سود کھانے سے منع کیا گیا اور اسے حرام قرار دیا گیا۔ زمانۂ جاہلیت میں سود کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ جب سود کی ادائیگی کی مدت آتی، اگر اس وقت مقروض ادا نہ کر پاتا تو قرضخواہ سود کی مقدار میں اضافہ کر دیتا اور یہ عمل مسلسل کیا جاتا رہتا۔ اسے دُگنا دَر دُگنا کہا جا رہا ہے۔

سود سے متعلق وعیدیں:

سود حرامِ قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت 275، 276، 278 میں بھی سود کی حرمت کا بیان موجود ہے اور حدیث میں ہے۔

(1)... حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔

(مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب لعن أکل الربا ومؤکلہ، ص ۸۶۲، الحدیث: ۱۰۶(۱۵۹۹))

(2)... حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”سود کا گناہ 73 درجے ہے

،ان میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ (مستدرک، کتاب البیوع، انّ اربی الربا عرض الرجل المسلم، ۳۳۸/۲، الحدیث: ۲۳۰۶)

(3)… حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’سود کا ایک درہم جو آدمی کو ملتا ہے اس کے 36 بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔(شعب الایمان، الثامن والثلاثون من شعب الایمان، ۳۹۵/۴، الحدیث: ۵۵۲۳)

(4)… حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’معراج کی رات میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی مانند بڑے تھے اور ان میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے، میں نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، ۷۱/۳، الحدیث: ۲۲۷۳)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہِ کبیرہ کرلینے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے لوگوں سے ’’اے ایمان والو‘‘ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

16

کافروں کی ہدایات پر چلنے کا نقصان

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴿۱۴۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے۔(اٰل عمران: ۱۴۹)

﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اگر تم کافروں کی اطاعت کروگے۔﴾ یہاں مسلمانوں کو بہت واضح الفاظ میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر چلوگے یا ان کے پیچھے چلوگے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا منافق یا مشرک، جس کے کہنے پر بھی چلوگے وہ تمہیں کفر، بے دینی، بدعملی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف ہی لے کر جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھوگے۔ کتنے واضح اور کھلے الفاظ میں فرمادیا کہ کافروں سے ہدایات لے کر چلوگے تو وہ تمہاری دنیا و آخرت تباہ کردیں گے اور آج تک کا ساری دنیا میں مشاہدہ بھی یہی ہے لیکن حیرت ہے کہ ہم پھر بھی اپنا نظام چلانے میں، اپنے کردار میں، اپنے کلچر میں، اپنے گھریلو معاملات میں، اپنے کاروبار میں ہر جگہ کافروں کے کہنے پر اور ان کے طریقے پر ہی چل رہے ہیں، جس سے ہمارا ربّ کریم عَزَّوَجَلَّ ہمیں بار بار منع فرمارہا ہے۔

17

جہاد سے نفرت دلانے میں منافقوں کی کوشش اور مسلمانوں کو ان سے بچنے کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا

غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۵۶﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو ! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ سفر میں یا جہاد میں گئے کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے ۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تاکہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔(آل عمران:۱۵۶)

﴿لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا: کافروں کی طرح نہ ہونا۔﴾ یہاں کافروں سے مراد اصلی کافر بھی بیان کئے گئے ہیں اور منافق بھی۔ ہم منافقین والا معنیٰ سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو ! عبد اللہ بن اُبی اور ان جیسے کافروں منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے نسبی بھائی یا منافقت میں بھائی بند سفر میں گئے اور مر گئے یا جہاد میں گئے اور مارے گئے تو یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر یہ جانے والے ہمارے پاس رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ اس پر ایمان والوں سے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو ! تم ان کافروں کی طرح کی کوئی بات نہ کہنا تاکہ ان کی بات اور ان کا یہ عقیدہ کہ اگر سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے ان کے دلوں میں باعثِ حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت و حیات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے۔ کیا گھروں میں بیٹھا رہنا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور جہاد میں جانے سے کب موت لازم ہے اور اگر آدمی جہاد میں مارا جائے تو وہ موت گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔ لہٰذا منافقین کا یہ قول باطل اور فریب ہے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلانا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

18

کامیاب کرنے والے اعمال

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۠ ﴿۲۰۰﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو ! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(آل عمران:۲۰۰)

﴿اِصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا: صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔﴾ صبر کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے روکنا جو شریعت اور عقل کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ اور مُصَابَرہ کا معنی ہے دوسروں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا۔ صبر کے تحت اس کی تمام اقسام داخل ہیں جیسے توحید، عدل، نبوت اور حشر و نَشر کی معرفت حاصل کرنے میں نظر و اِستدلال کی مشقت برداشت کرنے پر صبر کرنا۔ واجبات اور مُستحبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرنا۔

ممنوعات سے بچنے کی مشقت پر صبر کرنا۔ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں جیسے بیماری، محتاجی، قحط اور خوف وغیرہ پر صبر کرنا اور مُصَابرہ میں گھر والوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی بد اخلاقی برداشت کرنا اور برا سلوک کرنے والوں سے بدلہ نہ لینا داخل ہے، اسی طرح نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی مُصَابرہ میں داخل ہے۔

(خازن، آل عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۱/۳۴۰، تفسیر کبیر، آل عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۳/۴۷۳، ملتقطاً)

﴿وَرَابِطُوْا: اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو۔﴾ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

(1)... سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو۔

(2)... اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمر بستہ رہو۔ (بیضاوی، آل عمران، تحت الآیۃ: ۲۰۰، ۲/۱۳۷)

اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل:

اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے لئے وہاں رکنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''راہِ خدا میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ، ۲/۲۷۹، الحدیث: ۲۸۹۲)

حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، حفاظت کرنے والا اگر مر گیا تو اس کے اِس عمل کا اجر جاری رہے گا اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، ص ۱۰۵۹، الحدیث: ۱۶۳(۱۹۱۳))

سورۃ النساء

19

عورتوں کا زبردستی وارث بننے اور ان کے مہر پر قبضہ جمانے کی جاہلانہ رسم کا خاتمہ

گھروں کو امن کا گہوارا بنانے کیلئے ایک بہت عمدہ طریقہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤاور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔(النسآء:۱۹)

﴿لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا: تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔﴾ اسلام سے پہلے اہلِ عرب کا یہ دستور تھا کہ لوگ مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے تھے پھر اگر چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا کسی اور کے ساتھ شادی کردیتے اور ان کا مہر خود لے لیتے یا انہیں آگے شادی نہ کرنے دیتے بلکہ اپنے پاس ہی رکھتے تاکہ انہیں جو مال وراثت میں ملا ہے وہ اِن لوگوں کو دیدیں اور تب یہ ان کی جان چھوڑیں یا عورتوں کو اس لئے روک رکھتے کہ یہ مرجائیں گی تو یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض وہ عورتیں ان کے ہاتھ میں بالکل مجبور ہوتیں اور اپنے اختیار سے کچھ بھی نہ کرسکتی تھیں اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب لایحلّ لکم ان ترثوا النساء کرھًا، ۳/۲۰۳، الحدیث: ۴۵۷۹، تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۶۷، الجزء الخامس، ملتقطاً)

﴿لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ: تاکہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو۔﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا یہ آیت اُس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی سے نفرت رکھتا ہو اور اُس کے ساتھ بدسلوکی اس لئے کرتا ہو کہ وہ پریشان ہو کر مہر واپس کردے یا مہر معاف کردے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو طلاق دیتے پھر رجوع کرلیتے پھر طلاق دیتے اس طرح عورت کو مُعلّق (لٹکا ہوا) رکھتے تھے، وہ نہ ان کے پاس آرام پاسکتی نہ دوسری جگہ شادی کرکے گھر بسا سکتی، اس کو منع فرمایا گیا۔(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱/۳۶۰)

بیویوں پر ظلم وستم کرنے والے غور کریں:

یہاں جو حالات زمانۂ جاہلیت کے بیان کئے جارہے ہیں ان پر غور کریں کہ کیا انہی حالات پر اِس وقت ہمارا معاشرہ نہیں چل رہا۔ بیویوں کو تنگ کرنا، جبری طور پر مہر معاف کروانا، ان کے حقوق ادا نہ کرنا، ذہنی اذیتیں دینا، کبھی عورت کو اس کے ماں باپ کے گھر بٹھا دینا اور کبھی اپنے گھر میں رکھ کر بات چیت بند کردینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا، لتاڑنا، جھاڑنا وغیرہ۔ عورت بیچاری شوہر کے پیچھے پیچھے پھر رہی ہوتی ہے اور شوہر صاحب فرعون بنے آگے آگے جارہے ہوتے ہیں، عورت کے گھر والوں سے صراحتاً یا بیوی کے ذریعے نت نئے مطالبے کئے جاتے ہیں، کبھی کچھ دلانے اور کبھی کچھ دلانے کا۔ الغرض ظلم وستم کی وہ کون سی صورت ہے جو ہمارے گھروں میں نہیں پائی جارہی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کرے کہ قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آجائیں اور وہ اپنی اس بری رَوِش سے باز آجائیں۔ نیز ان آیات کی روشنی میں وہ لوگ بھی کچھ غور کریں جو اسلام سے شرمندہ شرمندہ سے رہتے ہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں۔ وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

﴿فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا: تو ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو۔﴾ گھروں کو امن کا گہوارا بنانے کیلئے ایک بہت عمدہ نفسیاتی طریقہ بیان کیا جارہا ہے۔ بیوی کے حوالے سے فرمایا کہ اگر بدخُلقی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے عورت تمہیں پسند نہ ہو تو صبر کرو اور بیوی کو طلاق دینے

میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک اور فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔

مثبت ذہنی سوچ کے فوائد:

یہ طریقہ صرف میاں بیوی کے تعلقات میں نہیں بلکہ زندگی کے ہزاروں معاملات میں کام آتا ہے۔اس طریقے کو ''مثبت ذہنی سوچ'' کہتے ہیں یعنی اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی کوئی صورت پائی جارہی ہے تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کرلو۔ ہوسکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو مثلاً کسی کی بھی بیوی بدصورت ہے لیکن اسی سے آدمی کو نیک اولاد حاصل ہے، یہاں اگر بدصورتی کو گوارا کرلے تو اس کی زندگی امن سے گزرے گی لیکن اگر طلاق دیدے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ بیوی تو چھوٹ ہی جائے گی لیکن اس کے ساتھ بچے بھی چھوٹ جائیں گے اور ساری زندگی ایسی تلخیوں، ذہنی اذیتوں، اولاد کے حصول کی جنگ اور حقوق کی لڑائی میں گزرے گی کہ چودہ طبق روشن ہوجائیں گے۔ یونہی کسی آدمی کو ادارے میں رکھا ہوا ہے جو کسی وجہ سے ناپسند ہے لیکن اسی کی وجہ سے نظام بہت عمدہ چل رہا ہے، اب اُس آدمی کو رکھنا اگرچہ پسند نہیں لیکن صرف ناپسندیدگی کی وجہ سے اُسے نکال دینا پورے نظام کو تباہ کردے گا تو ایسی جگہ فوائد پر نظر رکھتے ہوئے اُسے برداشت کرلینا ہی بہتر ہے۔ یہ دو مثالیں عرض کی ہیں، اِن کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی کے بہت سے معاملات کو حل کیا جاسکتا ہے۔ صرف ''مثبت ذہنی سوچ'' پیدا کرنے کی ضرورت ہے، ہماری زندگی کی بہت سی تلخیاں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔اِسی ''مثبت ذہنی سوچ'' کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ آدمی پریشانیوں کی بجائے نعمتوں کو سامنے رکھے یعنی آدمی اگر ایک تکلیف میں ہے تو اُسی وقت میں وہ لاکھوں نعمتوں اور سینکڑوں کامیابیوں میں بھی ہوتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ پریشانی اور ناکامی کی یاد تو اپنا وظیفہ بنالے اور خوشی اور کامیابی کو بھولے سے بھی نہ سوچے۔اِس نسخے پر عمل کرکے دیکھیں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں بھر جائیں گی۔

20

باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے کی ممانعت۔ باہمی رضامندی سے تجارت حلال ہے۔خود کو ہلاک کرنے کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔(النسآء:۲۹)

﴿لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ: **باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔**﴾ نکاح کے ذریعے نفس میں تَصَرُّف کی وضاحت کے بعد اب مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بیان کیا جارہا ہے، اس آیت میں باطل طریقے سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے مال حاصل کرنا شریعت

نے حرام قرار دیا ہے جیسے سود، چوری، اور جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب کے ذریعے مال حاصل کرنا اور گانے بجانے کی اجرت یہ سب باطل طریقے میں داخل اور حرام ہے۔ یونہی اپنا مال باطل طریقے سے کھانا یعنی گناہ و نافرمانی میں خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔(خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۱/۳۷۰)

اسی طرح رشوت کا لین دین کرنا، ڈنڈی مار کر سودا بیچنا، ملاوٹ والا مال فروخت کرنا، قرض دبا لینا، ڈاکہ زنی، بھتہ خوری اور پرچیاں بھیج کر ہراساں کرکے مال وصول کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

حرام مال کمانے کی مذمت:

حرام کمانا اور کھانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے اور احادیث میں اس کی بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)… حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے، اگر اُس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اُس کے لیے اُس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ تعالٰی برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے۔ بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ، ۲/۳۳، الحدیث: ۳۶۷۲)

(2)… حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی نے اُس جسم پر جنت حرام فرمادی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔ (کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۲/۸، الحدیث: ۹۲۵۷، الجزء الرابع)

(3)… تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ”اے سعد! اپنی غذا پاک کر لو! مُستَجابُ الدَّعوات ہو جاؤ گے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔

(معجم الاوسط، من اسمہ: محمد، ۵/۳۴، الحدیث: ۶۴۹۵)

(4)… حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پَراگندہ اور بدن غبار آلود ہے اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یا رب! یا رب! پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام ہو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، ص۵۰۶، الحدیث: ۶۵(۱۰۱۵))

﴿اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ: مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔﴾ یعنی باہمی رضامندی سے جو تجارت کرو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ باہمی رضامندی کی قید سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کی وہ تمام صورتیں جن میں فریقین کی رضامندی نہ ہو درست نہیں جیسے اکثر ضبط شدہ چیزوں کی نیلامی خریدنا کہ اس میں مالک راضی نہیں ہوتا یونہی کسی کی دکان، مکان، زمین یا جائیداد پر جبری قبضہ کر لینا حرام ہے۔ یاد رہے کہ مال کا مالک بننے کے تجارت کے علاوہ اور بھی بہت سے جائز اَسباب ہیں جیسے تحفے کی صورت میں، وصیت یا وراثت میں مال حاصل ہو تو یہ بھی جائز مال ہے۔ تجارت کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ مالک بننے کی اختیاری صورت ہے۔

تجارت کے فضائل:

احادیث میں تجارت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''سچا اور امانت دار تاجر انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۲)

(2)... حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو گفتگو کے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے، جب کوئی چیز خریدیں تو اس کی برائی بیان نہیں کرتے اور جب کچھ بیچیں تو اس کی تعریف نہیں کرتے، جب ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں پس و پیش نہیں کرتے اور جب انہوں نے کسی سے لینا ہو تو اس پر تنگی نہیں کرتے۔ (درمنثور، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۲/۴۹۵)

(3)... حضرت رفاعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن تاجر فاسق اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے، بھلائی کرے اور سچ بولے۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھم، ۳/۵، الحدیث: ۱۲۱۴)

(4)... حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا: کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا: میں نہیں جانتا۔ اس سے کہا گیا: غور تو کر۔ کہنے لگا: اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان سے (اپنی رقم کا) تقاضا کرتا تو امیر کو مہلت دیتا تھا اور غریب کو معاف کر دیتا تھا، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ''اے فرشتو! اس سے در گزر کرو۔

(مسند امام احمد، حدیث حذیفۃ بن الیمان، ۹/۹۸، الحدیث: ۲۳۴۱۳، مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل انظار المعسر، ص ۸۴۳، الحدیث: ۲۶(۱۵۶۰))

تجارت کے آداب:

اس سے پہلے تجارت کے فضائل بیان کئے گئے اور ذیلی سطور میں تجارت کے 14 آداب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے اکثر آداب ایسے ہیں جن پر عمل کرنا ہر تاجر کے لئے شرعاً لازم ہے:

(1)... تاجر کو چاہئے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت اچھے ارادے یعنی نیتیں دل میں تازہ کرے کہ بازار اس لئے جاتا ہوں تاکہ حلال کمائی سے اپنے اہل وعیال کی شکم پروری کروں اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اور مجھے اتنی فراغت مل جائے کہ میں اللہ تعالٰی کی بندگی کرتا رہوں اور راہِ آخرت پر گامزن رہوں۔ نیز یہ بھی نیت کرے کہ میں مخلوق کے ساتھ شفقت، خلوص اور امانت داری کروں گا، نیکی کا حکم دوں گا، برائی سے منع کروں گا اور خیانت کرنے والے سے باز پُرس کروں گا۔

(2)... تجارت کرنے والا جعلی اور اصلی نوٹوں کو پہچاننے کا طریقہ سیکھے اور نہ خود جعلی نوٹ لے نہ کسی اور کو دے تاکہ مسلمانوں کا حق ضائع نہ ہو۔

(3)... اگر کوئی جعلی نوٹ دے جائے (اور دینے والے کا پتہ نہ چلے) تو وہ کسی اور کو نہیں دینا چاہئے (اور اگر دینے والے کا پتا چل جائے تو اسے بھی وہ جعلی نوٹ واپس نہیں دینا چاہئے) بلکہ پھاڑ کے پھینک دے تاکہ وہ کسی اور کو دھوکہ نہ دے سکے۔

(4)...اپنے مال کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے کہ یہ جھوٹ اور فریب ہے اور اگر خریدار اس مال کی صفات سے پہلے ہی آگاہ ہو تو اس کی جائز اور صحیح تعریف بھی نہ کرے کہ یہ فضول ہے۔

(5)... عیب دار مال ہی نہ خریدے اگر خریدے تو دل میں یہ عہد کرے کہ میں خریدار کو تمام عیب بتا دوں گا اور اگر کسی نے مجھے دھوکہ دیا تو اس نقصان کو اپنی ذات تک محدود رکھوں گا دوسروں پر نہ ڈالوں گا کیونکہ جب یہ خود دھوکہ باز پر لعنت کر رہا ہے تو اپنی ذات کو دوسروں کی لعنت میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔

(6)...اگر اپنے پاس موجود صحیح مال میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اسے گاہک سے نہ چھپائے ورنہ ظالم اور گناہگار ہو گا۔

(7)...وزن کرنے اور ناپنے میں فریب نہ کرے بلکہ پورا تولے اور پورا ناپے۔

(8)...اصل قیمت کو چھپا کر کسی آدمی کو قیمت میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔

(9)...بہت زیادہ نفع نہ لے اگرچہ خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے اس زیادتی پر راضی ہو۔

(10)...محتاجوں کا مال زیادہ قیمت سے خریدے تاکہ انہیں بھی مسرت نصیب ہو جیسے بیوہ کا سُوت اور وہ پھل جو فقراء کے ہاتھ سے واپس آیا ہو کیونکہ اس طرح کی چشم پوشی صدقہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(11)...قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے اس کا قرض ادا کر دے اور اسے اپنے پاس بلا کر دینے کی بجائے اس کے پاس جا کر دے۔

(12)...جس شخص سے معاملہ کرے، اگر وہ معاملہ کے بعد پریشان ہو تو اس سے معاملہ فسخ کر دے۔

(13)...دنیا کا بازار اسے آخرت کے بازار سے نہ روکے اور آخرت کا بازار مساجد ہیں۔

(14)...بازار میں زیادہ دیر رہنے کی کوشش نہ کرے مثلاً سب سے پہلے جائے اور سب کے بعد آئے۔

(کیمیائے سعادت، رکن دوم در معاملات، اصل سوم آداب کسب، ۱/۳۲۶-۳۴۰، ملتقطاً)

﴿وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔﴾ یعنی ایسے کام کرکے جو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

(خازن، النساء، تحت الآیة: ۲۹، ۱/۳۷۰)

خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں:

خود کو ہلاک کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، اور ان میں سے 4 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)... مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ احادیث میں مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند فرمایا گیا ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم مسلمانوں کو دیکھوگے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی مانند ہوں گے چنانچہ جسم کے جب کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم جاگنے اور بخار وغیرہ میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم، ۴/۱۰۳، الحدیث: ۶۰۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: '' مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو

تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، ص۱۳۹۶، الحدیث: ۶۷(۲۵۸۶))

جب مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں تو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس نے خود کو قتل کیا۔

(2)...ایسا کام کرنا جس کی سزا میں اسے قتل کر دیا جائے جیسے کسی مسلمان کو قتل کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا یا مُرتَد ہونا بھی خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں ہیں۔ یاد رہے کہ زنا کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، زنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل: ۳۲)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا (النساء: ۹۳)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور مُرتَد ہونے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِۚ وَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ: ۲۱۷)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کافر ہی مر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(3)... خود کو ہلاک کرنے کی تیسری صورت خود کشی کرنا ہے۔ خود کشی بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنا گلا گھونٹا تو وہ جہنم کی آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جس نے خود کو نیزہ مارا وہ جہنم کی آگ میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس، ۱/۴۶۰، الحدیث: ۱۳۶۵)

ان ہی سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جو پہاڑ سے گر کر خود کشی کرے گا وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور جو شخص زہر کھا کر خود کشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خود کشی کی تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔

(بخاری، کتاب الطب، باب شرب السمّ والدواء بہ...الخ، ۴/۴۳، الحدیث: ۵۷۷۸)

(4)...ایسا کام کرنا جس کے نتیجے میں کام کرنے والا دنیا یا آخرت میں ہلاکت میں پڑ جائے جیسے بھوک ہڑتال کرنا یا باطل طریقے سے مال کھانا وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوۂ ذاتُ السلاسل کے وقت ایک سرد رات میں احتلام ہو گیا، مجھے غسل کرنے کی صورت میں (سردی سے) ہلاک ہونے کا خوف لاحق ہوا تو میں نے تیمّم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لی۔ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اے عمرو! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس

حال میں نماز پڑھ لی کہ تم جنبی تھے۔ میں نے غسل نہ کرنے کا عذر بیان کیا اور عرض کی: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (النساء:۲۹)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

یہ سن کر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مسکرادیئے اور کچھ نہ فرمایا۔

(ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد... الخ، ۱/۱۵۳، الحدیث: ۳۳۴)

21

نشے اور جنابت کی حالت میں نماز کے قریب جانے کی ممانعت
تیمّم کے حکم کی تفصیل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْاؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو اور نہ ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتی کہ تم غسل کرلو سوائے اس کے کہ تم حالتِ سفر میں ہو (تو تیمّم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔ (النسآء:۴۳)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ **شانِ نزول:** حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کچھ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی دعوت کی، جس میں کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی، بعض حضرات نے شراب پی لی کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی پھر مغرب کی نماز پڑھی، امام نے نشے کی حالت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی اور کلمہ ''لَا'' چھوڑ گئے جس سے ''نہ'' کی جگہ ''ہاں'' کا معنی بن گیا۔ اس سے معنی غلط ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا گیا۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۴۳، ۱/۳۸۲)

چنانچہ مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کردی، اس کے بعد سورۂ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کردیا گیا۔

نشے کی حالت میں کلمۂ کفر بولنے کا حکم:

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر نشے کی حالت میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' میں

دونوں جگہ "لَا" کا ترک کفر ہے کیونکہ اس سے معنیٰ بنے گا کہ اے کافرو! جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی میں بھی عبادت کرتا ہوں۔ اور یہ کلمہ یقیناً کفریہ ہے لیکن چونکہ یہاں نشے کی حالت تھی اس لئے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس پر کفر کا حکم نہ فرمایا بلکہ قرآنِ پاک میں اُن کو "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے خطاب فرمایا گیا۔

﴿وَلَا جُنُبًا: اور نہ حالتِ جنابت میں۔﴾ آیت میں پہلا حکم تھا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کرلو تب تک نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی پہلے غسل کرنا فرض ہے۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ یہاں سفر کی قید اس لئے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر ہی میں ہوتا ہے ورنہ نہ تو سفر میں تیمم کی کلی اجازت ہے اور نہ تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر سفر میں پانی مُیَسّر ہو تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی اور یونہی اگر سفر کی حالت نہیں لیکن بیماری وغیرہ ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دِہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى: اور اگر تم بیمار ہو۔﴾ آیت میں تیسری بات جو ارشاد فرمائی گئی اس میں تیمم کے حکم میں تفصیل بیان کردی گئی جس میں یہ بھی داخل ہے کہ تیمم کی اجازت جس طرح بے غسل ہونے کی صورت میں ہے اسی طرح بے وضو ہونے کی صورت میں ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہے یا تم بیتُ الْخَلاء سے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور تمہیں وضو کی حاجت ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم پر غسل فرض ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی موجود نہ ہونے کے باعث یا دور ہونے کے سبب یا اس کے حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے کے سبب یا سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کے ڈر سے تو تیمم کرسکتے ہو۔ یاد رہے کہ جب عورت کو حَیض و نِفاس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کی حاجت ہو اور اگر اس وقت پانی پر قدرت نہ پائے تو اس صورت میں اسے بھی تیمّم کی اجازت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا: تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔﴾ آیت کے آخر میں تیمم کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ اور چند احکام یہ ہیں:

تیمم کا طریقہ:

تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ، اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ زمین پر ہاتھ پھیر کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔

تیمم کے 2 احکام:

(1)... ایک تیمم سے بہت سے فرائض ونوافل پڑھے جاسکتے ہیں۔

(2)... تیمم کرنے والے کے پیچھے غسل اور وضو کرنے والے کی اقتدا صحیح ہے۔

نوٹ: تیمم کے بارے میں مزید احکام جاننے کے لئے بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ نمبر 2 "تیمم کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

آیتِ مبارکہ کے آخری جز کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مُصْطَلَق میں جب لشکرِ اسلام رات کے وقت ایک بیابان میں ٹھہرا جہاں پانی نہ تھا اور

صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا، وہاں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش کے لئے سیّدِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں قیام فرمایا، صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت اُسید بن حُضیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ ’’اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں ہوئیں اور بہت فوائد پہنچے۔ پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔ (بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ۱/۱۳۳، الحدیث: ۳۳۴)

ہار گم ہونے اور رحمتِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے ہار کی وجہ سے نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وہاں قیام فرمانا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی فضیلت و مرتبے کو ظاہر کرتا ہے اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مُطَہَّرات کی خدمت مؤمنین کی سعادت ہے، نیز اس واقعے سے تیمّم کا حکم بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔ سُبْحَانَ اللہ۔

22

اطاعتِ رسول اور اطاعتِ امیر کا حکم
اختلافی بات قرآن وسنت پر پیش کی جائے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔ (النسآء: ۵۹)

﴿وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ: اور رسول کی اطاعت کرو۔﴾ یہاں آیت میں رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲/۲۹۷، الحدیث: ۲۹۵۷)

رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے بعد امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی سابقہ حدیث میں ہی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲/۲۹۷، الحدیث: ۲۹۵۷)

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت فرض ہے:

حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے، قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیا گیا بلکہ رب تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر ثوابِ عظیم کا وعدہ فرمایا اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی پر عذابِ جہنم کا مژدہ سنایا، لہٰذا جس کام کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم فرمایا اسے کرنا اور جس سے منع فرمایا اس سے رک جانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (حشر:۷)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں، اُس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میری اور اس چیز کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آکر کہنے لگا: اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے، میں واضح طور پر تمہیں اُس سے ڈرا رہا ہوں، اپنی نجات کی راہ تلاش کر لو۔ اب ایک گروہ اس کی بات مان کر مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راتوں رات وہاں سے چلا گیا وہ تو نجات پا گیا اور ایک گروہ نے اس کی بات نہ مانی اور وہیں رکا رہا تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔ تو جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا اس پر عمل پیرا ہوا وہ اس گروہ جیسا ہے جو نجات پا گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لایا اسے جھٹلایا تو وہ اس گروہ کی طرح ہے جو نہ مان کر ہلاکت میں پڑا۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ...الخ، ص ۱۲۵۳، الحدیث: ۱۶(۲۲۸۳))

اِس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا بھی حکم ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ دوسرے وہ جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں اور تیسرے وہ جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔ آیت میں "اُولِی الْاَمْرِ" کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علماء سب داخل ہیں۔

23

دشمن کے مقابلے میں ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لینے کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا۝۷۱

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔ (النسآء:۷۱)

﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ: ہوشیاری سے کام لو۔﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے احکام سے محروم

نہیں رکھا بلکہ ہر جگہ ہماری رہنمائی فرمائی۔ ماں باپ، بیوی بچے، رشتے دار، پڑوسی، اپنے بیگانے سب کے متعلق واضح ہدایات عطا فرمائیں۔ اسی سلسلے میں ہماری بھلائی کیلئے ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمنوں کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دُشمن کی گھات سے بچو اور اُسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لے رکھو پھر موقع محل کی مناسبت سے دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔ یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ یہ آیتِ مبارکہ جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمتِ عملی کے جملہ اصولوں میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ بغیر اسباب لڑنا مرنے کے مُترادِف ہے، تَوَکُّل ترکِ اَسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کرکے امیدیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔

جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایات:

جنگی تیاری کیلئے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ہدایات ملاحظہ فرمائیں:

(1)... حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے (اس آیت) ''وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ'' اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے۔ (کی تفسیر میں) فرمایا: ''خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے، خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے، خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ... الخ، ص۱۰۶۱، الحدیث: ۱۶۷(۱۹۱۷))

(2)... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''مشرکین سے، اپنے مال، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرو (یعنی دینِ حق کی اشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ)۔ (نسائی، کتاب الجهاد، باب وجوب الجهاد، ص۵۰۳، الحدیث: ۳۰۹۳)

(3)... حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی ایک تیر کے بدلے تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا (۱) ثواب کی نیت سے تیر بنانے والے کو (۲) تیر پھینکنے والے کو (۳) تیر پکڑوانے والے کو۔ اور تیر اندازی اور گھڑ سواری میں مقابلہ کیا کرو، تمہارا تیر اندازی میں مقابلہ کرنا شَہسواری میں مقابلہ کرنے سے زیادہ مجھے پسند ہے اور جو تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے غفلت کرتے ہوئے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کو گنوا دیا۔ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرمی، ۳/۱۹، الحدیث: ۲۵۱۳)

(4)... حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اہلِ شام کو خط لکھا کہ اپنی اولاد کو تیراکی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔ (درمنثور، الانفال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۴/۸۶)

24

معاملے کی تحقیق کرنے سے متعلق مسلمانوں کو نصیحت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ

عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔ (النسآء: ۹۴)

﴿ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا: جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ مِرْدَاس بن نَہِیْك جو فدک کے رہنے والے تھے اور اُن کے سوا اُن کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ لشکرِ اسلام ان کی طرف آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر مِرْدَاس ٹھہرے رہے۔ جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو اس خیال سے کہ کہیں کوئی غیر مسلم جماعت نہ ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے۔ جب لشکر آیا اور انہوں نے اَللّٰہُ اَکْبَرکے نعروں کی آوازیں سنیں تو یہ خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، السّلام علیکم۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہلِ فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے ایمان کا اظہار کررہا ہے۔ اس خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان کو قتل کردیا اور بکریاں لے آئے۔ جب تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حضور میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور سیدُالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت اسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہلِ خانہ کو واپس کردو۔ (خازن، النساء، تحت الآیۃ: ۹۴، ۱/۴۱۷)

یہ روایت الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ بخاری اور دیگر کتبِ حدیث میں بھی موجود ہے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت و نشانی پاؤ تو اس سے ہاتھ روک لو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ ابوداؤد اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، ۳/۶۰، الحدیث: ۲۶۳۵، ترمذی، کتاب السیر، ۲-باب، ۳/۱۹۴، الحدیث: ۱۵۵۴)

﴿ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ: پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔﴾ مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کردیئے گئے تھے اور تمہارا اظہارِ ایمان بے اعتبار نہ قرار دیا گیا تھا ایسا ہی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تمہیں بھی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام پر اِستقامت بخشی اور تمہارا مؤمن ہونا مشہور کیا، لہٰذا خوب تحقیق کرلیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی ایمان دار قتل نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جو مسلمان کافروں میں رہتا ہو اور اس کے ایمان کی مسلمانوں کو خبر نہ ہو تو اس کے قتل سے نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ دیت۔ یاد رہے کہ پچھلی آیت میں وہ صورت مذکور ہوئی جہاں مسلمان کا اسلام سب کو معلوم ہو مگر اندھیرے وغیرہ کی وجہ سے پتہ نہ لگے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے اور اس آیت میں وہ صورت بیان ہوئی ہے جس

میں مسلمان کا ایمان کسی کو معلوم نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیات میں تعارُض نہیں۔

25

عدل و انصاف اور ان کے تقاضے پورے کرنے کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو۔ اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (النسآء: ۱۳۵)

﴿ كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ: انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں عدل و انصاف کے تقاضے پورا کرنے کا اہم حکم بیان کیا گیا اور جو چیزیں آدمی کو ناانصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں ان کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ یہ چیزیں انصاف کرنے میں آڑے نہ آئیں۔ اَقرباء پروری، رشتے داروں کی طرف داری کرنا، تعلق والوں کی رعایت کرنا، کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کرنا یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کر دینا، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں رکاوٹ ہیں ان سب کو شمار کروا کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فیصلہ کرتے ہوئے اور گواہی دیتے ہوئے جو صحیح حکم ہے اس کے مطابق چلو اور کسی قسم کی تعلق داری کا لحاظ نہ کرو حتّٰی کہ اگر تمہارا فیصلہ یا تمہاری گواہی تمہارے سگے ماں باپ کے بھی خلاف ہو تو عدل سے نہ ہٹو۔

حق فیصلے کی عظیم ترین مثال:

اس کی عظیم ترین مثال اس حدیثِ مبارک کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ”قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے خاندان والوں نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے لئے کہا، حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفارش کی تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا) بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۵۶-باب، ۲/۴۶۸، الحدیث: ۳۴۷۵)

26

مسلمانوں کو ایمان پر ثابت قدمی کا حکم

کفر کرنے والا دور کی گمراہی میں جا پڑا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُؕ-وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۱۳۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا۔(النسآء:۱۳۶)

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔﴾ یہاں اہلِ ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا: ''اٰمِنُوْا'' ''ایمان لاؤ ''اگر یہ خطاب حقیقی مسلمانوں کو ہے تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور اگر یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے ہو تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! تم مکمل ایمان لاؤ یعنی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر جن میں قرآن اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی داخل ہیں۔ اور اگر یہ خطاب منافقین سے ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ رسول اور کتاب پر ایمان لاؤ تو رسول سے سیدُ الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور کتاب سے قرآنِ پاک مراد ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہلِ ایمان کا لفظ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے موجودہ زمانے میں صرف مسلمانوں پر بولا جاسکتا ہے، کسی اور مذہب والے پر خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اس لفظ کو نہیں بول سکتے۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اور اس کے رسول، محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب اور رسول پر ایمان لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے مگر عمل صرف قرآن شریف پر ہی ہوگا۔ ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔

27

مسلمانوں کو چھوڑنے اور کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ-اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ

عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۴۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت قائم کرلو۔ (النسآء:۱۴۴)

﴿اَوۡلِیَآءَ: دوست۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے، لہٰذا تم اس سے بچو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کرلو۔

سورۃ المائدۃ

28

عہد پورا کرنے کا حکم۔ حلال جانوروں کا بیان۔ حالتِ احرام میں (خشکی کا) شکار کرنا حرام ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ۬ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ﴿۱﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ (المآئدۃ:۱)

﴿اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ: تمام عہد پورے کرو۔﴾ عُقود کا معنیٰ عہد ہیں، انہیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد کون سے عہد ہیں اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(1) امام ابن جریج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ یہاں اہلِ کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ اے اہلِ کتاب کے مومنو! میں نے گزشتہ کتابوں میں سیدُالمرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔

(2) بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب مؤمنین کو ہے، انہیں اپنے عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3) حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ ان عقود یعنی عہدوں سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام و حلال کے متعلق قرآنِ پاک میں لئے گئے۔

(4) بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں مؤمنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۱/۴۵۸)

﴿ اُحِلَّتْ لَكُمْ: تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے۔﴾ یہاں سے حلال جانوروں کا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے سوا تمام چوپائے تمہارے لئے حلال کئے گئے۔ اس میں ان کفار کا رد ہے جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور بَحِیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام صرف وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حرام فرما دیں۔ حلال کے لئے خاص دلیل کی ضرورت نہیں، کسی چیز کا حرام نہ ہونا ہی حلال کی دلیل ہے جس طرح اس آیت میں واضح طور پر فرما دیا گیا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مسلمانوں کے پاکیزہ کھانوں کو حیلے بہانوں سے حرام بلکہ شرک قرار دیتے رہتے ہیں۔

﴿ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ: اور تم حالتِ احرام میں ہو۔﴾ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل واما بیان انواعہ، ۲/۴۲۷)

خیال رہے کہ مُحْرِم (یعنی احرام والے) کا شکار کیا ہوا نہ مُحْرِم کو حلال ہے نہ غیر کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔ اس سورت کے آخر میں بھی مُحْرِم کے شکار کے مسائل کا بیان آئے گا۔

29

دین کی نشانیوں کی قدر کرنے کا حکم۔ احرام کھلنے کے بعد بیرونِ حرم شکار کی اجازت۔ کسی قوم کی دشمنی بھی ظلم و زیادتی نہ کروائے۔ نیکی اور پرہیز گاری پر باہم تعاون کرنے کا حکم۔ گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرنے کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًاؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْاؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْاۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ(۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور (نہ حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال و عزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔ (المآئدۃ: ۲)

﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ اللّٰهِ: اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو۔﴾ اس آیت میں دین کی نشانیوں کی قدر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرض کیں اور جو منع فرمائیں سب کی حرمت کالحاظ رکھو۔ نیز جو چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیاں قرار پاجائیں ان کا احترام کرنا بہت ضروری ہے لہٰذا دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کیا جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج: ۳۲)	ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

اس شَعَآىٕرَ اللّٰهِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآنِ پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب ہی داخل ہیں بلکہ جس چیز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی شَعَآىٕرَ اللّٰهِ بن جاتی ہے جیسے حضرت ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا کے قدم صفا و مروہ پہاڑوں پر پڑے تو وہ پہاڑ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ بن گئے اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ نے فرمادیا:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۱۵۸)	ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔

﴿وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ: اور نہ حرمت والے مہینوں کو۔﴾ فرمایا گیا کہ حرمت والے مہینوں کو حلال نہ ٹھہرالو۔ محترم مہینے چار ہیں، رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی کفار ان کا ادب کرتے تھے اور اسلام نے بھی ان کا احترام باقی رکھا۔ یاد رہے کہ اولاً اسلام میں ان مہینوں میں جنگ حرام تھی، اب ہر وقت جہاد ہو سکتا ہے، لیکن ان کا احترام بدستور باقی ہے۔ اس کی تفصیل سورۂ توبہ، آیت نمبر **36** میں آئے گی۔

﴿وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىٕدَ: اور نہ حرم کی قربانیاں اور نہ علامتی پٹے والی قربانیاں۔﴾ عرب کے لوگ قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ سے ہار بُن کر ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور ان سے چھیڑ خوانی نہ کریں۔ حرم شریف کی اُن قربانیوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ: اور نہ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال و عزت) کو۔﴾ ادب والے گھر کا قصد کرکے آنے والوں سے مراد حج و عمرہ کرنے کے لئے آنے والے ہیں۔ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ شُریح بن ہند ایک مشہور بدبخت تھا وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مخلوقِ خدا کو کیا دعوت دیتے ہیں؟ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا، بہت اچھی دعوت ہے، میں اپنے سرداروں سے رائے لے لوں تو میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی لاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو خبر دے دی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جو شیطانی زبان بولے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ”کافر کا چہرہ لے کر آیا اور غدار و بدعہد کی طرح پیٹھ پھیر کر گیا، یہ اسلام لانے والا نہیں۔ چنانچہ اس نے فریب کیا اور مدینہ شریف سے نکلتے ہوئے وہاں کے مویشی اور اموال لے گیا۔ اگلے سال وہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ تجارت کا کثیر سامان اور حج کی قلادہ پوش یعنی مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادہ سے نکلا۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے ، راستے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اسی شُریح کو دیکھا اور چاہا کہ مویشی اس سے واپس لے لیں لیکن نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے منع فرمادیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۴۵۹) اور حکم دیا گیا کہ جو حج کے ارادے سے نکلا ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔

﴿وَ اِذَا حَلَلْتُمْ: اور جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ۔﴾ احرام سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف سے باہر شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم در حقیقت ایک اجازت ہے مگر یہ اِباحت (جائز ہونا) ایسی قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے۔

﴿وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ: اور تمہیں برانگیختہ نہ کرے۔﴾ مراد یہ ہے کہ اہلِ مکہ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو حدیبیہ کے دن عمرہ کرنے سے روکا لیکن تم ان کے اس معاندانہ فعل کا انتقام نہ لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اب کافر کو مسجدِ حرام سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (التوبہ:۲۸)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

﴿وَ تَعَاوَنُوْا: اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے: (1) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (2) گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ بِرسے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اِثم سے مراد گناہ ہے اور عُدْوَان سے مراد اللہ تعالیٰ کی حدود میں حد سے بڑھنا۔

(جلالین، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ص ۹۴)

ایک قول یہ ہے کہ اِثم سے مراد کفر ہے اور عُدْوَان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۱/۴۶۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: نیکی سے مراد سنت کی پیروی کرنا ہے۔(صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲، ۲/۴۶۹)

حضرت نواس بن سمعان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تجھے ناپسند ہو۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی البرّ والاثم، ۴/۱۷۳، الحدیث: ۲۳۹۶)

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم:

یہ انتہائی جامع آیتِ مبارکہ ہے، نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام اَنواع و اَقسام داخل ہیں اور اِثم اور عُدْوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زُمرے میں آتی ہو۔ علمِ دین کی اشاعت میں وقت، مال، درس و تدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دینِ اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک و ملت کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلا

وجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔ سُبْحَانَ اللہ! قرآنِ پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں، اس کا ہر حکم دل کی گہرائیوں میں اترنے والا، اس کی ہر آیت گمراہوں اور گمراہ گروں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس کی تعلیمات سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان پر عمل بھی کیا جائے۔ افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور جاچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی مسلمانوں کو قرآن کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

30

وضو کے فرائض کا بیان۔ حالتِ جنابت میں غسل کرنے کا حکم۔ تیمم کے اسباب اور اس کا طریقہ۔ امتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ-وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْاؕ-وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُؕ-مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیتُ الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم شکرادا کرو۔ (المائدۃ:۶)

﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ: جب نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو۔﴾ آیتِ مبارکہ میں وضو اور تیمّم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے اس کا بیان کیا گیا ہے۔

وضو کے فرائض:

وضو کے چار فرض ہیں: (1) چہرہ دھونا۔ (2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ (3) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (4) ٹخنوں سمیت دونوں

پاؤں دھونا۔

وضو کے چند احکام:

(1)... جتنا دھونے کا حکم ہے اس سے کچھ زیادہ دھولینا مستحب ہے کہ جہاں تک اَعضائے وضو کو دھویا جائے گا قیامت کے دن وہاں تک اعضاء روشن ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغرّ المحجّلون... الخ، ۱/۷۱، الحدیث: ۱۳۶)

(2)... رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے جبکہ اکثر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم جب تک وضو ٹوٹ نہ جاتا اسی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے، ایک وضو سے زیادہ نمازیں ادا کرنے کا عمل تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے بھی ثابت ہے۔

(بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۱/۹۵، الحدیث: ۲۱۴-۲۱۵، عمدۃ القاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۲/۵۹۰، تحت الحدیث: ۲۱۴)

(3)... اگرچہ ایک وضو سے بھی بہت سی نمازیں فرائض و نوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت و ثواب کا ذریعہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا (اور جب تک بے وضو کرنے والی کوئی چیز واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض و نوافل سب کا ادا کرنا جائز ہو گیا۔) (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۶، ص ۲۷۴)

(4)... یاد رہے کہ جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے وہاں مسح نہیں کر سکتے جیسے پاؤں کو دھونا ہی ضروری ہے مسح کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر موزے پہنے ہوں تو اس کی شرائط پائے جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں کہ یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا: اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو۔﴾ جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی کا خارج ہونا۔

جنابت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم:

جنابت کے کئی اسباب ہیں: (1) جاگتے میں شہوت کے ساتھ اچھل کر منی کا خارج ہونا۔ (2) سوتے میں احتلام ہو جانا۔ (3) ہم بستری کرنا اگرچہ منی خارج نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ غسل کئے بغیر نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن کرنا، قرآنِ پاک کو چھونا اور مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔ جو کام جنابت کی حالت میں منع ہیں حَیض و نِفاس کی حالت میں بھی منع ہوں گے لیکن جب تک عورت حائضہ یا نفاس کی حالت میں ہے غسل کرنے سے پاک نہ ہو گی جبکہ جُنُبی غسل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا بھی منع ہے جبکہ جنابت کی حالت میں صحبت کرنا منع نہیں۔ (احکام القرآن، سورۃ المائدۃ، باب الغسل من الجنابۃ، ۲/۴۵۷)

حیض و نفاس سے بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ حیض کا مسئلہ سورۂ بقرہ آیت نمبر 222 میں گزر گیا اور نفاس سے غسل لازم ہونا اجماع سے ثابت ہے اور تیمّم کا بیان سورۂ نساء آیت نمبر 43 میں تفصیل سے گزر چکا۔ مزید تفصیل جاننے کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

31

ہر حال میں عدل و انصاف پر قائم رہنے اور ناانصافی نہ کرنے کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ اِعْدِلُوْا٘ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

(المآئدۃ:۸)

﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ: انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ۔﴾ آیتِ مبارکہ میں عدل و انصاف کا حکم فرمایا گیا ہے اور واضح فرما دیا کہ کسی قسم کی قرابت یا عداوت کا کوئی اثر تمہیں عدل سے نہ ہٹا سکے۔

عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے:

یہاں عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے پیش خدمت ہیں جس سے اسلام کی تعلیمات کا نقشہ سامنے آتا ہے:

(1)...ملک غَسّان کا بادشاہ جبلہ بن ایہم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا، کچھ دنوں بعد امیرُ المومنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حج کے ارادے سے نکلے تو جبلہ بن ایہم بھی اس قافلے میں شریک ہو گیا۔ مکۂ مکرمہ پہنچنے کے بعد ایک دن دورانِ طواف کسی دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا تو چادر کندھے سے اتر گئی۔ جبلہ بن ایہم نے اس سے پوچھا: تو نے میری چادر پر قدم کیوں رکھا؟ اس نے کہا: میں نے جان بوجھ کر قدم نہیں رکھا غلطی سے پڑ گیا تھا۔ یہ سن کر جبلہ نے ایک زور دار تھپڑ ان کے چہرے پر رسید کر دیا، تھپڑ کی وجہ سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے اور ناک بھی زخمی ہو گئی۔ یہ دیہاتی مسلمان حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جبلہ بن ایہم کے سلوک کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جبلہ بن ایہم کو طلب فرمایا اور پوچھا: کیا تو نے اس دیہاتی کو تھپڑ مارا ہے؟ جبلہ نے کہا: ہاں میں نے تھپڑ مارا ہے، اگر اس حرم کے تقدس کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: **اے جبلہ! تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے، اب یا تو تو اس دیہاتی سے معافی مانگ یا میں تم سے اس کا قصاص لوں گا۔** جبلہ نے حیران ہو کر کہا: کیا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس غریب دیہاتی کی وجہ سے مجھ سے قصاص لیں گے حالانکہ میں تو بادشاہ ہوں؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اسلام قبول کرنے کے بعد حقوق میں تم دونوں برابر ہو۔ جبلہ نے عرض کی: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے پھر مجھ سے قصاص لے لیجئے گا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس دیہاتی سے دریافت فرمایا: کیا تم اسے مہلت دیتے ہو؟ دیہاتی نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے مہلت دے دی، مہلت ملنے کے بعد راتوں رات جبلہ بن ایہم غسانی ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔

(فتوح الشام، ذکر فتح حمص، ص۱۰۰، الجزء الاول)

(2)...ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہوا، دونوں نے یہ طے کیا کہ ہمارے معاملے کا فیصلہ حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کریں۔ چنانچہ یہ فیصلے کے لئے حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے معاملے کا فیصلہ کر دو۔ حضرت زید رَضِیَ اللہُ

تَعَالٰی عَنْہُ نے بستر کے درمیان سے جگہ خالی کرتے ہوئے عرض کی : اے امیر المومنین ! یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: یہ تمہارا پہلا ظلم ہے جو تم نے فیصلے کے لئے مقرر ہونے کے بعد کیا، **میں تو اپنے فریق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔** یہ فرما کر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ حضرت زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے بیٹھ گئے۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی، حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعویٰ کیا اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا انکار کیا (حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش نہ کر سکے تو اب شرعی اصول کے مطابق حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر قسم کھانا لازم آتا تھا) حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شخصیت اور رتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے) حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ امیر المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے قسم لینے سے در گزر کیجئے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فوراً حلف اٹھالیا اور قسم کھاتے ہوئے فرمایا: زید اس وقت تک منصبِ قضاء (یعنی جج بننے) کا اہل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عمر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) اور ایک عام شخص اس کے نزدیک (مقدمے کے معاملے میں) برابر نہیں ہو جاتے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسمہ زید، زید بن ثابت بن الضحاک... الخ، ۳۱۹/۱۹)

32

کفار کے شر سے بچ جانا نعمتِ الٰہی ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (المآئدۃ:۱۱)

﴿**اِذْ هَمَّ قَوْمٌ: جب ایک قوم نے ارادہ کیا۔**﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک منزل میں قیام فرمایا، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی تلوار ایک درخت پر لٹکا دی۔ ایک اَعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ''۔ اس اعرابی نے دو یا تین مرتبہ یہ کہا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، ہر بار اسے یہی جواب ملا کہ ''اللہ'' پھر حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے پکڑ کر فرمایا: ''اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی: ''مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو بلوایا اور انہیں (اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے) اس اعرابی کی حرکت کے بارے میں خبر دی، پھر رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے معاف فرما دیا۔

(تفسیر کبیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۳۲۲/۴)

خوفِ خدا، وسیلہ کی تلاش اور راہِ خدا میں جہاد کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔(المآئدۃ: ۳۵)

﴿وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ: اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔﴾ آیت میں وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ ’’جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادات چاہے فرض ہوں یا نفل، ان کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ اور اگر تقویٰ سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا مراد لیا جائے اور وسیلہ تلاش کرنے سے مُطلقاً ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا سبب بنے مراد لی جائے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے محبت، صدقات کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زیارت، دعا کی کثرت، رشتہ داروں سے صِلہ رَحمی کرنا اور بکثرت ذِکْرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہنا وغیرہ بھی اسی عموم میں شامل ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب کر دے اسے لازم پکڑ لو اور جو بارگاہِ الٰہی سے دور کرے اسے چھوڑ دو۔

(صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۲/۴۹۷)

نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے:

یاد رکھئے ! رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے تَوَسُّل سے بارگاہِ ربِّ قدیر عَزَّوَجَلَّ میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے اِلتجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق یہاں 3 روایات ملاحظہ ہوں:

(1)… صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے ’’اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا‘‘ اے اللہ ! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا جان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔

(بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۱/۳۴۶، الحدیث: ۱۰۱۰)

(2)… حضرت اوس بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینۂ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی قبرِ انور کی طرف غور کرو، اس کے اوپر (چھت میں) ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ چارہ

اگ گیا اور اونٹ موٹے ہوگئے حتّٰی کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام عَامُ الْفَتْق یعنی پھٹن کا سال رکھا گیا۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ... الخ، ۱/۵۶، الحدیث: ۹۲)

(3)...بلکہ خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی تعلیم ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دی، چنانچہ حضرت عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو ان کو یہ دعا ارشاد فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، میرے لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیھا، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، ۲/۱۵۶، الحدیث: ۱۳۸۵)

نوٹ: جو شخص اس حدیثِ پاک میں مذکور دعا پڑھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس دعا میں ان الفاظ ''یَا مُحَمَّدُ'' کی جگہ ''یَا نَبِیَّ اللہِ'' یا ''یَا رَسُوْلَ اللہِ'' پڑھے۔ اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

34

یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بنانے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(۵۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدۃ:۵۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔﴾ یہ آیت مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور مشہور منافق عبد اللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہودیوں میں میرے بہت بڑی تعداد میں دوست ہیں جو بڑی شوکت و قوت والے ہیں، اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِس پر عبد اللہ بن اُبی نے کہا کہ میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہو سکتا، مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے اور مجھے اُن کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا کہ '' یہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ

نازل ہوئی۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۱/۵۰۳)

کفار سے دوستی و موالات کا شرعی حکم:

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و موالات یعنی اُن کی مدد کرنا، اُن سے مدد چاہنا اور اُن کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ چنانچہ یہاں یہ حکم بغیر کسی قید کے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تمہارے دوست نہیں کیونکہ کافر کوئی بھی ہوں اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں، مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہیں ’’اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ‘‘ کفر ایک ملت ہے۔

(مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ص۲۸۹)

لٰہذا مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ نہایت سخت وعید بیان فرمائی کہ جو ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے، اس بیان میں بہت شدت اور تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود و نصاریٰ اور دینِ اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔

(مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ص۲۸۹، خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۱/۵۰۳، ملتقطاً)

اور جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسامیاں نہ دی جائیں۔ یہ آیتِ مبارکہ مسلمانوں کی ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ پوری دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو سمجھ آئے گا کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا آغاز تبھی سے ہوا جب آپس میں نفرت و دشمنی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر غیر مسلموں کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھ کر ان سے دوستیاں لگائیں اور انہیں اپنوں پر ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

35

لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر
اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ صفت بندوں کے عظیم اوصاف

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ(۵۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

یہ (اچھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔ (المآئدۃ: ۵۴)

﴿مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ: تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا۔﴾ کفار کے ساتھ دوستی یاری اور محبت و قلبی تعلق چونکہ بعض اوقات بے دینی اور اِرتِداد کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد مُرتَدّین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے پہلے لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔

﴿فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ: تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم میں سے اگر کچھ لوگ مرتد بھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ صفت بندے پھر بھی موجود ہوں گے اور وہ عظیم صفات کے حامل ہوں گے۔ اس آیت میں ان کی چند صفات بیان فرمائی گئیں:

(1)...وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

(2)...وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں۔

(3)...مسلمانوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا سلوک کرنے والے ہیں۔

(4)...کافروں سے سختی سے پیش آنے والے ہیں۔

(5)...راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔

(6)...حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ حق گو اور حق گوئی میں بیباک ہیں۔

یہ صفات جن حضرات کی ہیں وہ کون ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں:

(1)...حضرت علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم، امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا کہ یہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

(2)... حضرت عیاض بن غنم اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نسبت فرمایا کہ یہ اُن کی قوم ہے۔

(3)...ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔

(4)...مفسر سدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت کی۔ ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۴، ۱/۵۰۴-۵۰۵)

کامل مسلمان کا نمونہ:

اس آیت میں مسلمانوں کے سامنے ایک کامل مسلمان کا نمونہ بھی پیش کر دیا گیا کہ کامل مسلمان کیسا ہوتا ہے؟ ہمیں بھی اوپر بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کر لینا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے حوالے سے یہ واقعہ ایک عظیم مثال ہے:

حضرت شیخ ابوعبداللہ خیاط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار اجرت میں ایک کھوٹا سکہ دے جاتا، آپ رَحْمَۃُ

اللہ تعالیٰ علیہ اس کو لے لیتے۔ ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ نہ لیا۔ جب حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس تشریف لائے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو شاگرد سے فرمایا: تو نے کھوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دیتا رہا ہے اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس وتھذیب الاخلاق... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۳/۸۷-۸۸)

یہ مسلمانوں پر نرمی ہے۔ اور حدیثِ مبارک ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لیے بہتر ہوں اور اللہ عزّوجلّ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیے اچھے ہوں۔ (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حق الجوار، ۳/۳۷۹، الحدیث: ۱۹۵۱)

اور حق گوئی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کے متعلق یہ حکایت ملاحظہ فرمائیں: قاضی ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انصاف کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور درست فیصلے فرماتے۔ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت ''مُعْتَضِد باللہ'' نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف پیغام بھیجا: فلاں تاجر نے ہم سے مال خریدا ہے اور نقد رقم ادا نہیں کی۔ وہ میرے علاوہ دوسروں کا بھی مقروض ہے، مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوسرے قرضخواہوں نے آپ کے پاس گواہ پیش کئے تو آپ نے اس تاجر کا مال ان میں تقسیم کر دیا ہے۔ مجھے اس مال سے کچھ بھی نہیں ملا حالانکہ جس طرح وہ دوسروں کا مقروض تھا اسی طرح میرا بھی تھا، لہٰذا میرا حصہ بھی دیا جائے۔ پیغام پا کر قاضی ابو حازم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قاصد سے کہا: خلیفہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، وہ وقت یاد کرو جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے فیصلوں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی گردن سے اُتار کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے۔ اے خلیفہ! اب میں فیصلہ کرنے کا مختار ہوں اور میرے لئے جائز نہیں کہ گواہوں کے بغیر کسی مُدعی کے حق میں فیصلہ کروں۔ قاصد نے قاضی صاحب کا پیغام سنایا تو خلیفہ نے کہا: جاؤ! قاضی صاحب سے کہو کہ میرے پاس بہت معتبر اور معزز گواہ موجود ہیں۔ جب قاضی صاحب کو یہ پیغام ملا تو فرمایا: گواہ میرے سامنے آکر گواہی دیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا، شہادت کے تقاضوں پر پورے اُترے تو ان کی گواہی قبول کرلوں گا ورنہ وہی فیصلہ قابلِ عمل رہے گا جو میں کر چکا ہوں۔ جب گواہوں کو قاضی صاحب کا یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خوف کھاتے ہوئے عدالت آنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا قاضی صاحب نے خلیفہ مُعْتَضِد باللہ کا دعویٰ رد کرتے ہوئے اسے کچھ بھی نہ بھجوایا۔

(عیون الحکایات، الحکایۃ السادسۃ والثمانون بعد المائتین، ص۲۶۱-۲۶۲)

36

دین کو مذاق اور کھیل بنانے والوں اور کافروں سے دوستی کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو ! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔(المآئدۃ:۵۷)

﴿اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا: وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے۔﴾ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رفاعہ بن زید اور سُوَید بن حارث نامی دو آدمی اظہارِ اسلام کے بعد منافق ہوگئے۔ بعض مسلمان اُن سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ زبان سے اسلام کا اظہار کرنا اور دل میں کفر چھپائے رکھنا دین کو ہنسی اور کھیل بنانا ہے اور ایسے لوگوں اور ان کے علاوہ مشرکوں کافروں کو دوست بنانے سے بھی منع کردیا گیا کیونکہ خدا عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان دار کا کام نہیں۔

37

حلال کو حرام قرار دینے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ(۸۷) وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ(۸۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو ! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔(المآئدۃ:۸۷-۸۸)

﴿لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ: پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی ایک جماعت سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وعظ سن کر ایک روز حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ہاں جمع ہوئی اور اُنہوں نے آپس میں ترکِ دنیا کا عہد کیا اور اس پر اتفاق کیا کہ وہ ٹاٹ پہنیں گے اور ہمیشہ دن میں روزے رکھیں گے اور ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزارا کریں گے، بستر پر نہ لیٹیں گے اور گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے اور عورتوں سے جدا رہیں گے نیز خوشبو نہ لگائیں گے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور انہیں اس ارادہ سے روک دیا گیا۔

(تفسیر قرطبی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۸۷، ۱۵۶/۳، الجزء السادس)

اعمال میں اِعتدال کا حکم:

احادیثِ مبارکہ میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اعتدال کا حکم فرمایا اور عبادت کرنے میں خود کو بہت زیادہ تکلیف میں ڈالنے سے منع فرمایا۔ اس کے لئے درج ذیل 3 احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(1)...اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: ”رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف فرما تھے، اس وقت

حضرت حولاء بنتِ تُوَیت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا ان کے پاس سے گزریں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''یہ حولاء بنتِ تُوَیت (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا) ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رات بھر نہیں سوتیں! اتنا عمل کیا کرو جتنا آسانی سے کر سکو، بخدا! اللہ تعالٰی نہیں اکتائے گا لیکن تم اکتا جاؤ گے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ، ص ۳۹۴، الحدیث: ۲۲۰(۷۸۵))

(2)... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف لائے، اس وقت مسجد کے دو ستونوں کے درمیان رسی تانی ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یہ حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور جب ان پر تھکن یا سستی طاری ہوتی ہے تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ حضور سیدُ المرسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس رسی کو کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک وہ آسانی سے نماز پڑھ سکے اور جب اس پر تھکن یا سستی طاری ہو تو وہ بیٹھ جایا کرے۔ (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ، ص ۳۹۴، الحدیث: ۲۱۹(۷۸۴))

(3)... حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا اور ہر رات قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا تھا، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے میرا ذکر کیا گیا تو آپ نے مجھے بلوایا، میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: '' مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات قرآنِ مجید پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، یارسولَ اللہ! لیکن میں نے اس عبادت سے صرف خیر کا ارادہ کیا ہے۔ سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ تم مہینے میں صرف تین دن روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روزے رکھو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے نبی! حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے روزے کس طرح تھے؟ ارشاد فرمایا: ''وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور فرمایا: ''ہر ماہ میں ایک قرآنِ پاک ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: '' پھر بیس دن میں ایک قرآنِ پاک ختم کرلو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: ''پھر دس دن میں ایک قرآنِ پاک ختم کرلو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: ''پھر سات دن میں قرآنِ پاک ختم کرلو اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔

(مسلم، کتاب الصیام، باب النھی عن صوم الدھر... الخ، ص ۵۸۵، الحدیث: ۱۸۲(۱۱۵۹))

حلال چیزوں کو ترک کرنے کا شرعی حکم:

حلال چیزوں کو ترک کرنا جائز ہوتا ہے کہ ان کا کرنا کوئی فرض و واجب نہیں ہوتا لیکن جس طرح حرام کو گناہ و نافرمانی سمجھ کر ترک کیا جاتا ہے اس طرح حلال چیزوں کو ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ نیز کسی حلال چیز کے متعلق بطورِ مبالغہ یہ کہنے کی اجازت نہیں کہ ہم نے اس کو اپنے

اُوپر حرام کرلیا ہے۔ صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ سے جو بہت سی چیزوں کو ترک کرنے کے واقعات ملتے ہیں وہ بطورِ علاج ہیں یعنی جس طرح بیمار آدمی بہت سی غذاؤں کو حلال سمجھنے کے باوجود اپنی صحت کی خاطر پرہیز کرتے ہوئے کئی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے اسی طرح صوفیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نفس کے علاج کیلئے بعض حلال چیزوں کو حلال سمجھنے کے باوجود ترک کردیتے ہیں ، لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حلال چیزوں کو ترک کرنے کی اجازت تو ہے لیکن یہ اجازت نہیں کہ ان کے ساتھ حرام جیسا سلوک کیا جائے۔

حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کے بارے میں ایک اہم مسئلہ :

اس آیتِ مبارکہ میں پاکیزہ چیزوں کو حرام قرار دینے سے منع فرمایا، اس سے ان لوگوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی طرف منسوب ہر چیز پر حرام کے فتوے دینے پر لگے رہتے ہیں اور ہر چیز میں انہیں شرک ہی سوجھتا ہے۔

38

چار ناپاک شیطانی کام

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔(المآئدۃ:۹۰)

﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ: **ناپاک شیطانی کام ہیں۔**﴾ اس آیتِ مبارکہ میں چار چیزوں کے نجاست و خباثت اور ان کا شیطانی کام ہونے کے بارے میں بیان فرمایا اور ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔وہ چار چیزیں یہ ہیں : (1) شراب۔ (2) جوا۔ (3) اَنصاب یعنی بت۔ (4) اَزلام یعنی پانسے ڈالنا۔ ہم یہاں بالترتیب ان چاروں چیزوں کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہیں:

(1)... **شراب۔** صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں : شراب پینا حرام ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر اس کو معاصی (یعنی گناہوں) اور بے حیائیوں کی اصل کہا جائے تو بجا ہے۔(بہارِ شریعت، حصہ نہم، شراب پینے کی حد کا بیان، ۲/۳۸۵)

حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ شراب ہر گز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کی اصل ہے۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث معاذ بن جبل، ۸/۲۴۹، الحدیث: ۲۲۱۳۶)

شراب پینے کی وعیدیں:

احادیث میں شراب پینے کی انتہائی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں : حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت کی :

(1) شراب بنانے والے پر۔ (2) شراب بنوانے والے پر۔ (3) شراب پینے والے پر۔ (4) شراب اٹھانے والے پر۔ (5) جس کے پاس شراب اٹھا کر لائی گئی اس پر۔ (6) شراب پلانے والے پر۔ (7) شراب بیچنے والے پر۔ (8) شراب کی قیمت کھانے والے پر۔ (9) شراب خریدنے والے پر۔ (10) جس کے لئے شراب خریدی گئی اس پر۔ (ترمذی، کتاب البیوع، باب النھی ان یتخذ الخمر خلًا، ۳/۴۷، الحدیث: ۱۲۹۹)

(2)...حضرت ابومالک اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسادے گا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور سور بنادے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۴/۳۶۸، الحدیث: ۴۰۲۰)

(3)...حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قسم ہے میری عزت کی! میرا جو بندہ شراب کی ایک گھونٹ بھی پئے گا میں اس کو اُتنی ہی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے اُسے چھوڑے گا میں اس کو حوضِ قدس سے پلاؤں گا۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباھلی، ۸/۲۸۶، الحدیث: ۲۲۲۸۱)

شراب حرام ہونے کا 10 انداز میں بیان:

اس آیت اور اس سے بعد والی آیت میں شراب کے حرام ہونے کو 10 مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے:

(1)...شراب کو جوئے کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

(2)...بتوں کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

(3)...شراب کو ناپاک قرار دیا ہے۔

(4)...شیطانی کام قرار دیا ہے۔

(5)...اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(6)...کامیابی کا مدار اس سے بچنے پر رکھا ہے۔

(7)...شراب کو عداوت اور بغض کا سبب قرار دیا ہے۔

(9،8)...شراب کو ذکرُ اللہ اور نماز سے روکنے والی چیز فرمایا ہے۔

(10)...اس سے باز رہنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ص ۳۷۰)

شراب نوشی کے نتائج:

یہاں ہم شراب نوشی کے چند وہ نتائج ذکر کرتے ہیں جو پوری دنیا میں نظر آرہے ہیں تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور جو مسلمان شراب نوشی میں مبتلا ہیں وہ اپنے اس برے عمل سے باز آجائیں:

(1)...شراب نوشی کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف مُہلک اور خطرناک امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔

(2)...لاکھوں افراد شراب نوشی کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔

(3)...زیادہ تر سڑک حادثات شراب پی کر گاڑی چلانے کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔

(4)...ہزاروں افراد شرابیوں کے ہاتھوں بے قصور قتل وغارت گری کا نشانہ بن رہے ہیں۔

(5)...لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہیں۔

(6)...لاکھوں عورتیں شرابی مردوں کی طرف سے جنسی حملوں کا شکار ہو رہی ہیں۔

(7)...والدین کی شراب نوشی کی وجہ سے زندگی کی توانائیوں سے عاری اور مختلف امراض میں مبتلا بچے پیدا ہو رہے ہیں۔

(8)... لاکھوں بچے شرابی والدین کی وجہ سے یتیمی اور اسیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

(9)...شرابی شخص کے گھر والے اور اہل وعیال اس کی ہمدردی اور پیار و محبت سے محروم ہو رہے ہیں۔

(10)...ان نقصانات کے علاوہ شراب کے اقتصادی نقصانات بھی بہت ہیں کہ اگر شراب کی خرید و فروخت اور امپورٹ ایکسپورٹ سے حاصل ہونے والی رقم اور ان اخراجات کا موازنہ کیا جائے جو شراب کے برے اثرات کی روک تھام پر ہوتے ہیں تو سب پر واضح ہو جائے گا کہ شراب سے حاصل ہونے والی آمدنی ان اخراجات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو اس کے برے نتائج کو دور کرنے پر ہو رہے ہیں، مثال کے طور پر شراب نوشی کی وجہ سے ہونے والی نفسیاتی اور دیگر بیماریوں کے علاج، نشے کی حالت میں ڈرائیورنگ سے ہونے والے حادثات، پولیس کی گرفتاریاں اور زحمتیں، شرابیوں کی اولاد کے لئے پرورش گاہیں اور ہسپتال، شراب سے متعلقہ جرائم کے لئے عدالتوں کی مصروفیات، شرابیوں کے لئے قید خانے وغیرہ امور پر ہونے والے اخراجات دیکھے جائیں تو یہ شراب سے حاصل ہونے والی آمدنی سے کہیں زیادہ نظر آئیں گے اور اس کے علاوہ کچھ نقصانات تو ایسے ہیں کہ جن کا موازنہ مال و دولت سے کیا ہی نہیں جا سکتا جیسے پاک نسلوں کی تباہی، سستی، بے راہ روی، ثقافت و تمدن کی پسماندگی، احساسات کی موت، گھروں کی تباہی، آرزوؤں کی بربادی اور صاحبانِ فکر افراد کی دماغی صلاحیتوں کا نقصان، یہ وہ نقصانات ہیں جن کی تلافی روپے پیسے سے کسی صورت ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے اور شراب نوشی کی آفتِ بد سے نجات عطا فرمائے۔

(2)...**جوا۔** اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۹/۶۴۶)

جوئے کی مذمت میں 2 احادیث:

احادیث میں جوئے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے چنانچہ جوئے کے ایک کھیل کے بارے میں حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے نرد شیر (جوئے کا ایک کھیل) کھیلا تو گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا۔ (مسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنردشیر، ص۱۲۴۰، الحدیث: ۱۰(۲۲۶۰))

اور حضرت ابو عبد الرحمٰن خطمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص نرد کھیلتا ہے پھر نماز پڑھنے اٹھتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پیپ اور سوئر کے خون سے وضو کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے۔

(مسند امام احمد، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۹/۵۰، الحدیث: ۲۳۱۹۹)

جوئے کے دنیوی نقصانات:

دینِ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ہر اس عمل اور عادت سے روکا ہے جس سے ان کا مالی اور جسمانی نقصان وابستہ ہو اور وہ انہیں اللہ تعالیٰ

کے ذکر سے غافل کر دے۔ایسی بے شمار چیزوں میں سے ایک چیز جوا بازی ہے جو کہ معاشرتی امن وسکون اور باہمی محبت ویگانگت کے لئے زہرِ قاتل سے بڑھ کر ہے اور قرآن وحدیث میں مختلف انداز سے مسلمانوں کو اس شیطانی عمل سے روکا گیا ہے لیکن افسوس کہ فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد اس خبیث ترین عمل میں مبتلا نظر آرہی ہے اور یہ لوگ دنیا وآخرت کے لئے حقیقی طور پر مفید کاموں کو چھوڑ کر اپنے شب وروز کو اسی عمل میں لگائے ہوئے ہیں اور ان کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ ان مسلمانوں کی نہ تو دنیوی پَسماندگی دور ہو رہی ہے اور نہ ہی وہ اپنی اخروی کامیابی کے لیے کچھ کر پا رہے ہیں۔

ہم یہاں جوئے بازی کے 3 دنیوی نقصانات ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمان انہیں پڑھ کر اپنی حالت پر کچھ رحم کریں اور جوئے سے باز آجائیں:

(1)...جوئے کی وجہ سے جوئے بازوں میں بغض، عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور بسا اوقات قتل وغارت گری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(2)...جوئے بازی کی وجہ سے مالدار انسان لمحوں میں غربت وافلاس کا شکار ہو جاتا ہے، خوشحال گھر بدحالی کا نظارہ پیش کرنے لگتے ہیں، اچھا خاصا آدمی کھانے پینے تک کا محتاج ہو کر رہ جاتا ہے، معاشرے میں اس کا بنا ہوا وقار ختم ہو جاتا ہے اور سماج میں اس کی کوئی قدر وقیمت اور عزت باقی نہیں رہتی۔

(3)...جوئے باز نفع کے لالچ میں بکثرت قرض لینے اور کبھی کبھی سودی قرض لینے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے اور جب وہ قرض ادا نہیں کر پاتا یا اسے قرض نہیں ملتا تو وہ ڈاکہ زنی اور چوری وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے حتّٰی کہ جوئے باز چاروں جانب سے مصیبتوں میں ایسا گھر جاتا ہے کہ بالآخر وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے اور انہیں اس شیطانی عمل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(3)...**انصاب۔** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے پاس کفار اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔

(ابن کثیر، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ۳/۱۶۱)

امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس سے مراد بت ہیں کیونکہ انہیں نصب کرکے ان کی پوجا کی جاتی ہے۔

(مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ص۳۰۲)

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اگر انصاب سے مراد وہ پتھر ہوں جن کے پاس کفار اپنے جانور ذبح یا نَحر کرتے تھے تو ان پتھروں کو ناپاک اس لئے کہا گیا تاکہ کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں میں اگر ان کی کوئی عظمت باقی ہے تو وہ بھی نکل جائے، اور اگر انصاب سے مراد وہ بت ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے (ان کے پاس جانور ذبح کئے جاتے ہوں یا نہیں) تو انہیں ناپاک اس لئے کہا گیا تاکہ سب پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جس طرح اصنام سے بچنا واجب ہے اسی طرح انصاب سے بچنا بھی واجب ہے۔

(البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ۴/۱۶)

(4)...**ازلام۔** زمانۂ جاہلیت میں کفار نے تین تیر بنائے ہوئے تھے، ان میں سے ایک پر لکھا تھا ’’ہاں‘‘ دوسرے پر لکھا تھا ’’نہیں‘‘ اور تیسرا خالی تھا۔ وہ لوگ ان تیروں کی بہت تعظیم کرتے تھے اور یہ تیر کاہنوں کے پاس ہوتے اور کعبہ معظّمہ میں کفارِ قریش کے پاس ہوتے تھے (جب انہیں کوئی سفر یا اہم کام درپیش ہوتا تو وہ ان تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ان پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے) پرندوں سے اور وحشی جانوروں سے برا شگون لینا اور کتابوں سے فال نکالنا وغیرہ بھی اسی میں داخل ہے۔ (البحر المحیط، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۰، ۴/۱۶)

کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانے کی مذمت:

احادیث میں کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانے کی شدید مذمت کی گئی ہے، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)...حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ جو کسی نجومی یا کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو گویا اِس نے اُس کا انکار کر دیا جو (حضرت) محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل کیا گیا۔

(مستدرک، کتاب الایمان، التشدید فی اتیان الکاھن وتصدیقہ، ۱/۱۵۳، الحدیث: ۱۵)

(2)...حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو چالیس (40) راتوں تک اس کی توبہ روک دی جاتی ہے اور اگر اُس نے اِس کی تصدیق کی تو کفر کیا۔

(معجم الکبیر، ابوبکر بن بشیر عن واثلۃ، ۲۲/۶۹، الحدیث: ۱۲۹)

(3)...حضرت قبیصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’خط کھینچنا، فال نکالنا اور پرندے اُڑا کر شگون لینا جِبْت (یعنی شیطانی کاموں) میں سے ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الخط وزجر الطیر، ۴/۲۲، الحدیث: ۳۹۰۷)

آیت ’’فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...صرف نیک اعمال کرنے سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں تقویٰ کے دو پر ہیں، پرندہ ایک پر سے نہیں اڑتا۔

(2)...نیکیاں کرنا اور برائیوں سے بچنا دنیا اور دکھلاوے کے لئے نہ ہونا چاہئے بلکہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہونا چاہئے۔

39

حالتِ احرام میں شکار کے ذریعے آزمائش کی خبر

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ضرور اللہ ان شکاروں کے ذریعے جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تمہارا امتحان کرے گا تاکہ اللہ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں پھر اس (ممانعت) کے بعد جو حد سے بڑھے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(المآئدۃ: ۹۴)

﴿لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ: ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا۔﴾ 6 ہجری جس میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس سال مسلمان حالتِ احرام میں تھے۔ اُس حالت میں وہ

اِس آزمائش میں ڈالے گئے کہ شکار کئے جانے والے جانور اور پرندے بڑی کثرت سے آئے اور اُن کی سواریوں پر چھاگئے۔ اتنی کثرت تھی کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کیلئے انہیں ہتھیار سے شکار کرلینا بلکہ ہاتھ سے پکڑ لینا بالکل اختیار میں تھا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۴، ۱/۵۲۵) لیکن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم حکمِ الٰہی کی پابندی میں ثابت قدم رہے اور حالتِ احرام میں شکار نہ کیا۔ اس سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی عظمت بھی ظاہر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی گناہ کے اسباب و مواقع جس قدر کثرت سے موجود ہوں ان سے بچنے میں اتنا ہی زیادہ ثواب ہے، جیسے نوجوان کو تقویٰ وپرہیزگاری اور پارسائی کا ثواب بوڑھے کی بَنسبت زیادہ ہے۔ یونہی جو برے لوگوں کے درمیان بھی نیک رہے وہ نیکوں کے درمیان نیک رہنے والے سے بہتر ہے۔ حضرت سیدنا یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور زلیخا کا واقعہ بھی اِس بات کی قوی دلیل ہے لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ اِن باتوں کا یہ مطلب نہیں کہ برے دوستوں کی صحبت میں رہ کر یا گناہ کی جگہ جا کر نیک بننے کی کوشش کرے تاکہ زیادہ بڑا متقی بنے بلکہ حتی الامکان ایسی صحبت اور مقام سے بچنا ہی چاہیے کہ زیادہ تقویٰ کی امید پر کہیں اصل ہی سے نہ جاتے رہیں۔

40

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت

شکار کرنے پر فدیہ اور کفارہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَؕ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ مویشیوں میں سے اسی طرح کا وہ جانور دیدے جس کے شکار کی مثل ہونے کا تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کریں، یہ کعبہ کو پہنچتی ہوئی قربانی ہو یا چند مسکینوں کا کھانا کفارے میں دے یا اس کے برابر روزے تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے پہلے جو کچھ گزرا اسے معاف فرمادیا اور جو دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔ (المآئدۃ: ۹۵)

﴿لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ: حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو۔﴾ اس آیتِ مبارکہ میں حالتِ احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہاں اِس کے چند مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

حالتِ احرام میں شکار کرنے کے شرعی مسائل:

(1)... مُحرِم یعنی احرام والے پر شکار یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو مارنا حرام ہے۔

(2)...جانور کی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔

(3)...حالتِ احرام میں ہر وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔

(4)...کاٹنے والا کتا، کوا، بچھو، چیل، چوہا، بھیڑیا اور سانپ ان جانوروں کو احادیث میں فَوَاسِق فرمایا گیا ہے اور ان کے قتل کی اجازت دی گئی ہے۔

(5)... مچھر، پسّو، چیونٹی، مکھی اور حشراتُ الارض اور حملہ آور درندوں کو مارنا معاف ہے۔ (تفسیر احمدی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۵، ص ۳۷۲-۳۷۷)

(6)...حالتِ احرام میں جن جانوروں کا مارنا ممنوع ہے وہ ہر حال میں ممنوع ہے جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے۔ جان بوجھ کر مارنے کا حکم تو اس آیت میں موجود ہے غلطی سے مارنے کا حکم حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (مدارک، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۵، ص ۳۰۳)

حالتِ احرام میں شکار کے کفارے کی تفصیل :

حالتِ احرام میں شکار کے کفاروں سے متعلق یہ تفصیل ہے:

(1)... خشکی کا وحشی جانور شکار کرنا یا اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا اور کسی طرح بتانا یہ سب کام حرام ہیں اور سب میں کفارہ واجب اگرچہ اُس کے کھانے میں مجبور ہو یعنی بھوک سے مرا جاتا ہو اور کفارہ اس کی قیمت ہے یعنی دو عادل وہاں کے حساب سے جو قیمت بتادیں وہ دینی ہوگی اور اگر وہاں اُس کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں سے قریب جگہ میں جو قیمت ہو وہ ہے اور اگر ایک ہی عادل نے بتادیا جب بھی کافی ہے۔

(2)...شکار کی قیمت میں اختیار ہے کہ اس سے بھیڑ بکری وغیرہ اگر خرید سکتا ہے تو خرید کر حرم میں ذبح کرکے فقراء کو تقسیم کردے یا اُس کا غلہ خرید کر مساکین پر تَصَدُّق کردے، اتنی مقدار دے کہ ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار پہنچ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر کچھ غلہ بچ جائے جو پورا صدقہ نہیں تو اختیار ہے وہ کسی مسکین کو دیدے یا اس کے عوض ایک روزہ رکھے اور اگر پوری قیمت ایک صدقہ کے لائق بھی نہیں تو بھی اختیار ہے کہ اتنے کا غلہ خرید کر ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

(3)... کفارہ کا جانور حرم کے باہر ذبح کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا اور اگر اس میں سے خود بھی کھایا تو اتنے کا تاوان دے۔

(بہارِ شریعت، حصہ ششم، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱/۱۱۷۹-۱۱۸۰)

41

فضول سوالات کرنے کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم انہیں اس وقت پوچھوگے جبکہ قرآن نازل

کیا جارہا ہے تو تم پر وہ چیزیں ظاہر کردی جائیں گی اور اللہ ان کو معاف کرچکا ہے اور اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے۔(المآئدۃ:۱۰۱)

﴿لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ: ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔﴾ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک روز سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''جس کو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرے۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: '' حذافہ۔ پھر فرمایا: ''اور پوچھو، تو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُٹھ کر ایمان و رسالت کا اقرار کرکے معذرت پیش کی۔(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظھر عند الزوال، ۱/۲۰۰، الحدیث: ۵۴۰)

امام ابنِ شہاب زہری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ نے اُن سے شکایت کی اور کہا کہ ''تو بہت نالائق بیٹا ہے، تجھے کیا معلوم کہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کا کیا حال تھا؟ خدانخواستہ، تیری ماں سے کوئی قصور ہوا ہوتا تو آج وہ کیسی رسوا ہوتی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ اگر سرکارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کسی حبشی غلام کو میرا باپ بتادیتے تو میں یقین کے ساتھ مان لیتا۔(تفسیر بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۲/۵۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ '' لوگ بطریقِ استہزاء اس قسم کے سوال کیا کرتے تھے، کوئی کہتا میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب لاتسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم، ۳/۲۱۸، الحدیث: ۴۶۲۲)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا، کیا ہر سال فرض ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا کہ '' جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔

(مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، ص۶۹۸، الحدیث: ۴۱۲(۱۳۳۷))

آیت ''لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ'' اور اس کی تفسیر میں مذکور روایات سے معلوم ہونے والی اہم باتیں :

اس آیت اور اس کی تفسیر میں جو روایات ذکر ہوئیں ان سے چار اہم باتیں معلوم ہوئیں :

(1)... **حضورِ پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علمِ غیب:** ان روایات سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غیب کا علم رکھتے ہیں کیونکہ کسی کا حقیقی باپ کون ہے؟ اس کا تعلق غیب سے ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کلی علم عطا فرمایا گیا ورنہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہ نہ فرماتے کہ جو چاہو پوچھو بلکہ فرماتے کہ فلاں فلاں شعبے کے متعلق پوچھ لو یا فرماتے کہ صرف شریعت کے متعلق جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بغیر کسی قید کے فرمانا کہ جو پوچھنا ہے پوچھو اور پوچھنے والوں کا بھی ہر طرح کی بات پوچھ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سب کچھ جانتے ہیں اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم یہی عقیدہ رکھتے تھے۔

(2)... **حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اختیارات:** آخری روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار دیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جس چیز کو فرض فرمادیں وہ فرض ہو جائے۔

(3)...**نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت پر شفقت:** آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورپُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امت پر نہایت شفیق ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اگر ایک مرتبہ ہاں فرمادیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا لیکن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امت پر آسانی فرمائی اور ہاں نہیں فرمایا۔

نوٹ: سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے علمِ غیب کے متعلق فتاویٰ رضویہ کی 29ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی درج ذیل کتابوں کا مطالعہ نہایت مفید ہے:

(1) خَالِصُ الْاِعْتِقَادْ (علمِ غیب سے متعلق 120 دلائل پر مشتمل ایک عظیم کتاب) (2) اَنْبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَّاَخْفٰی (حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا علم دیئے جانے کا ثبوت) (3) اِزَاحَۃُ الْعَیْبِ بِسَیْفِ الْغَیْبِ (علمِ غیب کے مسئلے سے متعلق دلائل اور بدمذہبوں کا رد)۔ اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کائنات اور شریعت دونوں کے متعلق اختیارات جاننے کیلئے فتاویٰ رضویہ کی 30ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظیم تصنیف اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاء (مصطفٰی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو دافع البلاء یعنی بلائیں دور کرنے والا کہنے والوں کے لئے انعامات) کا مطالعہ فرمایئے۔

(4)...**حلت و حرمت کا اہم اصول:** اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس امر کی شریعت میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح و جائز ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی حدیث میں ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ’’ حلال وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اُس نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا تو وہ معاف ہے۔

(ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء، ۳/۲۸۰، الحدیث: ۱۷۳۲)

42

ذاتی احتساب کا حکم
ہدایت یافتہ کو دوسروں کی گمراہی نقصان نہیں دے گی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ-لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ-اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۱۰۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ ہونے والا تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔ (المآئدۃ:۱۰۵)

﴿**عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ: تم اپنی فکر کرو۔**﴾ مسلمان کفار کی اسلام سے محرومی پر افسوس کرتے تھے اور انہیں رنج ہوتا تھا کہ کفار عناد میں مبتلا ہو کر دولتِ اسلام سے محروم رہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی تسلی فرمادی کہ اس میں تمہارا کچھ ضرر نہیں، اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر کا فرض ادا

کر کے تم بری الذمہ ہو چکے ہو، تم اپنی نیکی کی جزا پاؤ گے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: " اس آیت میں اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَ نَھْی عَنِ الْمُنْکَر کے وجوب کی بہت تاکید کی ہے، کیونکہ اپنی فکر رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ " ایک دوسرے کی خبر گیری کرے، نیکیوں کی رغبت دلائے اور بدیوں سے روکے۔

(خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۱/۵۳۴)

اور مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کتنی پیاری بات ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ ہے کہ تم اپنی فکر کرو یعنی عقائد درست کرکے، نیک اعمال کرکے اپنی فکر کرو، اعمال میں تبلیغ بھی شامل ہے لہٰذا جو قدرت کے باوجود تبلیغ نہ کرے وہ راہ پر ہی نہیں۔

(نور العرفان، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ص۱۹۸)

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بارے میں احادیث:

یہاں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا ذکر ہوا، اس کی مناسبت سے ہم یہاں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بارے 3 احادیث ذکر کرتے ہیں:

(1)...حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ "اور میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلاء کر دے۔(ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی نزول العذاب اذا لم یغیّر المنکر، ۴/۶۹، الحدیث: ۲۱۷۵)

(2)...اور ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ " کو پڑھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم میں سے کوئی کہنے لگے "میں تو بس اپنی جان کی فکر کروں گا" اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ تم پر تمہارے شریر لوگ حکمران بن جائیں گے جو تمہیں بڑی سخت تکلیفیں پہنچائیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے بھی تو ان کی دعا قبول نہ کی جائے گی۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الافعال، الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۲/۲۷۱، الحدیث: ۸۴۴۲، الجزء الثالث، تفسیر طبری، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۵/۹۸-۹۹)

(3)...حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اے لوگو! تمہیں لازمی طور پر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ظالم حکمران مُسلّط کر دے گا جو تمہارے بڑوں کی بزرگی کا خیال نہیں رکھے گا اور تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف دعا مانگیں گے لیکن ان کی دعا قبول نہ ہو گی اور تم مدد مانگو گے لیکن تمہیں مدد نہ ملے گی۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، الباب الاول فی وجوب الامر بالمعروف...الخ، ۲/۳۸۳)

43

وصیت کے گواہ بنانے کا حکم

وصیت کی گواہی کے چند اہم مسائل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰىۙ وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ(۱۰۶) فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَیْنَاۤ ﳲ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ(۱۰۷) ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠(۱۰۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم میں کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کرتے وقت تمہاری آپس کی گواہی (دینے والے) تم میں سے دو معتبر شخص ہوں یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کا حادثہ آپہنچے تو تمہارے غیروں میں سے دو آدمی (گواہ ہوں)۔ تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو پھر اگر تمہیں کچھ شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے بدلے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ قریبی رشتے دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے۔ (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں ہوں گے۔ پھر اگر اس بات پر اطلاع ملے کہ وہ دونوں گواہ (گواہی میں جھوٹ بول کر) کسی گناہ کے مستحق ہوئے ہیں تو ان کی جگہ ان لوگوں میں سے جن کا حق دبایا گیا میت کے زیادہ قریبی دو (آدمی قسم کھانے کے لئے) کھڑے ہو جائیں پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی (یعنی ہماری قسم) ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے (اور اگر ایسا کریں تو) اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۔ یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہ صحیح طریقے سے گواہی ادا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں کے بعد قسموں کو (ورثاء کی طرف) لوٹا دیا جائے گا اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المآئدۃ: ۱۰۶-۱۰۸)

﴿**شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ: تمہاری آپس کی گواہی۔**﴾ آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ مہاجرین میں سے ایک صاحب جن کا نام بُدَیْل تھا وہ تجارت کے ارادے سے دو عیسائیوں کے ساتھ ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن عیسائیوں میں سے ایک کا نام تمیم بن اَوْس داری تھا اور دوسرے کا عدی بن بداء۔ شام پہنچتے ہی بُدَیْل بیمار ہوگئے اور انہوں نے اپنے تمام سامان کی ایک فہرست لکھ کر سامان میں ڈال دی اور ہمراہیوں کو اس کی اطلاع نہ دی۔ جب مرض کی شدت ہوئی تو بدیل نے تمیم اور عدی دونوں کو وصیت کی کہ ان کا تمام سرمایہ مدینہ شریف پہنچ کر اُن کے گھر والوں کے حوالے کر دیا جائے۔ پھر بُدَیْل کی وفات ہوگئی ان دونوں نے اُن کی موت کے بعد ان کا سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام تھا جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا،

اس میں تین سو مثقال چاندی تھی، بُدَیْلْ یہ جام بادشاہ کو نذر کرنے کے قصد سے لائے تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے دونوں ساتھیوں نے اس جام کو غائب کردیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے بُدَیْلْ کا سامان ان کے گھر والوں کے سپرد کردیا، سامان کھولنے پر فہرست ان کے ہاتھ آگئی جس میں تمام سامان کی تفصیل تھی۔ سامان کو اس فہرست کے مطابق کیا لیکن جام نہ ملا۔ اب وہ تمیم اور عدی کے پاس پہنچے اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بدیل نے کچھ سامان بیچا بھی تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ گھر والوں نے پوچھا کہ کیا کوئی تجارتی معاملہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر گھر والوں نے دریافت کیا کہ کیا بُدَیْلْ بہت عرصہ بیمار رہے اور انہوں نے اپنے علاج میں کچھ خرچ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ’’نہیں ‘‘۔ وہ تو شہر پہنچتے ہی بیمار ہوگئے اور جلد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ان کے سامان میں ایک فہرست ملی ہے اس میں چاندی کا ایک جام سونے سے مُنَقَّش کیا ہوا جس میں تین سو مثقال چاندی ہے یہ بھی لکھا ہے لیکن وہ موجود نہیں ہے۔ تمیم وعدی نے کہا، ہمیں نہیں معلوم، ہمیں تو جو وصیت کی تھی اس کے مطابق سامان ہم نے تمہیں دے دیا، جام کی ہمیں خبر بھی نہیں۔ یہ مقدمہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دربار میں پیش ہوا۔ تمیم وعدی وہاں بھی انکار پر جمے رہے اور قسم کھالی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۱/۵۳۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ پھر وہ جام مکہ مکرمہ میں پکڑا گیا، جس شخص کے پاس تھا اُس نے کہا کہ میں نے یہ جام تمیم وعدی سے خریدا ہے۔ جام کے مالک کے گھر والوں میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ قبول کی جانے کی مستحق ہے، یہ جام ہمارے فوت ہونے والے شخص کا ہے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/۴۴، الحدیث: ۳۰۷۱)

آیت میں یہ حکم فرمایا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور زندگی کی اُمید نہ رہے، موت کے آثار وعلامات ظاہر ہوں تو اپنوں میں سے دو آدمیوں کو وصیت کا گواہ بنالو اور سفر وغیرہ میں ہو اور اپنے آدمی یعنی مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلموں کو گواہ بنالو۔

﴿تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ: تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو۔﴾ اس سے پہلے وصیت پر گواہ بنانے کا طریقہ بتایا گیا اب قرائن اور علامات کی روشنی میں گواہی میں جھوٹ کا عنصر نمایاں ہوتا نظر آئے تو اس صورت میں گواہی لینے کا طریقہ بتایا گیا کہ جب میت کے ورثا کو وصیت کی گواہی میں شک گزرے تو وہ عصر کی نماز کے بعد گواہوں سے اس طرح گواہی لیں: دونوں گواہ یہ اقرار کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے بدلے کسی سے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم گواہی چھپائیں گے یعنی جھوٹی قسم نہ کھائیں گے اور نہ کسی کی خاطر ایسا کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ آیت میں نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ سب لوگ چاہے ان کا تعلق کسی بھی دین اور مذہب سے ہو اس وقت کی تعظیم کرتے تھے اور اس وقت میں جھوٹی قسم کھانے سے بچتے تھے۔

(تفسیر بغوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۲/۶۰-۶۱)

﴿فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا: پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے۔﴾ وصیت کے گواہوں کا جھوٹ ثابت ہو جائے جیسا کہ یہاں تمیم اور عدی کا جھوٹ ثابت ہوا کہ پیالہ مکہ معظمہ میں پکڑا گیا تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں سے دو آدمی قسم کھا کر کہیں کہ یہ دونوں امین جھوٹے ہیں، ہماری گواہی یعنی قسم ان دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم ظالموں

میں ہوں گے۔ چنانچہ بدیل کے واقعہ میں جب اُن کے دونوں ہمراہیوں کی خیانت ظاہر ہوئی تو بدیل کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جام ہمارے مُورِث کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد پیالے کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰۤى: یہ قریب تر ہے۔﴾ عدی اور تمیم کے واقعے میں گواہی اور قسم کا جو قانون بیان ہوا یعنی جن کے خلاف دعویٰ دائر کیا گیا قسمیں کھانے کے بعد ان کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو اب میت کے ورثا میں سے دو شخص قسمیں کھائیں، اس کی حکمت بتائی جارہی ہے کہ لوگ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اور شہادتوں میں راہِ حق وصواب نہ چھوڑیں اور اس بات سے ڈرتے رہیں کہ جھوٹی گواہی کا انجام شرمندگی و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

جھوٹی قسم کھانے اور جھوٹی گواہی دینے کی مذمت:

فی زمانہ لوگوں کی حالت اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ ان کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر اپنے مسلمان بھائی کی عزت تار تار کر دینا، لوہے کی سنگین سلاخوں کے پیچھے لاچارگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دینا، اپنے مسلمان بھائی کا ناحق مال ہڑپ کر جانا گویا کہ جرائم کی فہرست میں داخل ہی نہیں۔ اس دنیا کی فانی زندگی کو حرفِ آخر سمجھ بیٹھنا عقلمندی نہیں نادانی اور بیوقوفی کی انتہا ہے، انہیں چاہیے کہ اِن قرآنی آیات اور ان احادیث کو بغور پڑھ کر عبرت حاصل کریں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے جھوٹی قسم پر حلف اٹھایا تاکہ اس کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت ناراض ہو گا۔

(بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب عہد اللہ عزّوجل، ۴/۲۹۰، الحدیث: ۶۶۵۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب شہادۃ الزور، ۳/۱۲۳، الحدیث: ۲۳۷۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے ایسی گواہی دی جس سے کسی مسلمان مرد کا مال ہلاک ہو جائے یا کسی کا خون بہایا جائے تو اُس نے (اپنے اوپر) جہنم کو واجب کر لیا۔

(معجم الکبیر، عکرمۃ عن ابن عباس، ۱۱/۱۷۲، الحدیث: ۱۱۵۴۱)

سورۃ الانفال

44

میدانِ جنگ سے بھاگنے کے متعلق احکام

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو۔ اور جو اس دن لڑائی میں ہنر مندی کا مظاہرہ کرنے یا اپنے لشکر سے ملنے کے علاوہ کسی اور صورت میں انہیں پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔(الانفال:۱۵، ۱۶)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میدانِ جنگ میں مسلمان کافروں کو پیٹھ نہ دکھائیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے تعداد میں ڈبل ہوں اِس سے زیادہ نہ ہوں اور اگر کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں ڈبل سے زیادہ ہو تو پھر مسلمانوں کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا ناجائز و حرام نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک ایک سو مسلمانوں کا دو سو کفار کے مقابلے سے بھاگنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور اگر کافروں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہو تو ان کے مقابلے سے بھاگنا اگرچہ جائز ہے لیکن صبر و اِستقامت سے ان کے مقابلے میں ڈٹے رہنا بہتر اور افضل ہے۔(تفسیر قرطبی، الانفال، تحت الآیۃ: ۱۵، ۴/۲۷۲، الجزء السابع)

﴿وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗ: اور جو اس دن انہیں پیٹھ دکھائے گا۔﴾ یعنی مسلمانوں میں سے جو جنگ میں کفار کے مقابلے سے بھاگا وہ غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے البتہ دو صورتیں ایسی ہیں جن میں وہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا نہیں ہے۔

(1)… **کسی جنگی حکمتِ عملی کی وجہ سے پیچھے ہٹنا** مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ موثر ہو یا خطرناک جگہ سے ہٹ کر محفوظ جگہ سے حملہ کرنے کا قصد ہو تو اس صورت میں وہ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والا نہیں ہے۔

(2)… **اپنی جماعت میں ملنے کے لئے پیچھے ہٹنا** مثلاً مسلمان فوجیوں کا کوئی فرد یا گروہ مرکزی جماعت سے بچھڑ گیا اور وہ اپنے بچاؤ کیلئے پسپا ہو کر مرکزی جماعت سے ملا تو یہ بھی بھاگنے والوں میں شمار نہ ہوگا۔

جنگِ اُحد اور جنگِ حُنین میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا حکم:

جنگِ احد اور جنگِ حنین میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے قدم اکھڑ گئے تھے وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جنگِ احد میں پسپائی اختیار کرنے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی عام معافی کا اعلان فرمادیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (آل عمران:۱۵۵)		**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ہے۔

یونہی جنگِ حنین میں جن صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے ابتداءً پسپائی اختیار کی ان کے مومن رہنے کی گواہی خود قرآن میں موجود ہے، اللہ

www.dawateislami.net

تعالیٰ نے ان کے قدم جمائے اور ان پر اپنا سکینہ اتارا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (التوبہ:۲۶)		**ترجمۂ کنزُالعِرفان:** پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور اہلِ ایمان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اس نے (فرشتوں کے) ایسے لشکر اتارے جو تمہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔

جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی شان میں گستاخی کرے اور ان پر زبانِ طعن دراز کرے وہ بڑا بد بخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان ربُّ العالَمین عَزَّوَجَلَّ خود فرما چکا ہے۔

45

اطاعتِ رسول کا حکم اور نافرمانی کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۚۖ ﴿۲۰﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو۔ (الانفال:۲۰)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت سے مقصود سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کا حکم دینا اور ان کی نافرمانی سے منع کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذکر اس بات پر مُتَنَبِّہ کرنے کے لئے ہے کہ رسولِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ ایک مقام پر صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

(ابو سعود، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲/۳۵۳)

46

حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بلانے پر حاضر ہونا ضروری ہے

دل بدلتے دیر نہیں لگتی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے اور

جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۔(الانفال: ۲۴)

﴿اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ: اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔﴾اس آیت میں واحد کا صیغہ ’’دَعَا‘‘ اس لئے ذکر کیا گیا کہ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بلانا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا بلانا ہے۔(خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۴، ۲/۱۸۸)

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بھی بلائیں تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ضروری ہے:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جب بھی کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت ابوسعید بن معلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بلایا، لیکن میں آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہوا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالٰی نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں بلائیں۔

(بخاری، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، ۳/۱۶۳، الحدیث: ۴۴۷۴)

ایسا ہی واقعہ ایک اور حدیث میں ہے، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حضرت اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف تشریف لائے اور انہیں آواز دی ’’اے اُبَی! حضرت اُبَی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف دیکھا لیکن کوئی جواب نہ دیا، پھر مختصر نماز پڑھ کر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ’’اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ‘‘ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’وَعَلَیْكَ السَّلَامُ‘‘ اے اُبَی! جب میں نے تمہیں پکارا تو جواب دینے میں کونسی چیز رکاوٹ بنی۔ عرض کی: یا رسولَ اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پایا کہ

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔

عرض کی: ہاں یا رسولَ اللہ! اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آئندہ ایسا نہ ہو گا۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل فاتحۃ الکتاب، ۴/۴۰۰، الحدیث: ۲۸۸۴)

﴿لِمَا یُحْیِیْكُمْ: اس چیز کے لئے جو تمہیں زندگی دیتی ہے۔﴾زندگی دینے والی چیز کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے ایمان مراد ہے کیونکہ کافر مردہ ہوتا ہے ایمان سے اس کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ چیز قرآن ہے کیونکہ اس سے دِلوں کی زندگی ہے اور اس میں نجات ہے اور دونوں جہان کی حفاظت ہے۔ حضرت محمد بن اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جہاد ہے کیونکہ اس کی

بدولت اللہ تعالیٰ ذلت کے بعد عزت عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وہ چیز شہادت ہے، کیونکہ شہداء اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔(خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۴، ۲/۱۸۸)

47

خیانت کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۲۷

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔(الانفال: ۲۷)

﴿لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ: اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو۔﴾ فرائض چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ سے خیانت کرنا ہے اور سنت کو ترک کرنا رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے خیانت کرنا ہے۔(خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۷، ۲/۱۹۰) **شانِ نزول:** یہ آیت حضرت ابولبابہ انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کا دو ہفتے سے زیادہ عرصے تک محاصرہ فرمایا، وہ اس محاصرہ سے تنگ آ گئے اور اُن کے دل خائف ہو گئے تو اُن سے اُن کے سردار کعب بن اسد نے یہ کہا کہ اب تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس شخص یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کر و اور ان کی بیعت کر لو کیونکہ خدا کی قسم! یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ نبی مُرسَل ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تمہاری کتاب میں ہے، ان پر ایمان لے آئے تو جان مال، اہل و اولاد سب محفوظ رہیں گے۔ اس بات کو قوم نے نہ مانا تو کعب نے دوسری صورت پیش کی اور کہا کہ تم اگر اسے نہیں مانتے تو آؤ پہلے ہم اپنے بیوی بچوں کو قتل کر دیں پھر تلواریں کھینچ کر محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اُن کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مقابلے میں آ جائیں تاکہ اگر ہم اس مقابلے میں ہلاک بھی ہو جائیں تو ہمارے ساتھ اپنے اہلِ خانہ اور اولاد کا غم تو نہ رہے گا۔ اس پر قوم نے کہا کہ بیوی بچوں کے بعد جینا ہی کس کام کا؟ کعب نے کہا: یہ بھی منظور نہیں ہے تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے صلح کی درخواست کرو شاید اس میں کوئی بہتری کی صورت نکلے۔ انہوں نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے صلح کی درخواست کی لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کے سوا اور کوئی بات منظور نہ فرمائی کہ اپنے حق میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فیصلہ کو منظور کریں۔ اس پر اُنہوں نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیج دیجئے کیونکہ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اُن کے تعلّقات تھے اور حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مال اور اُن کی اولاد اور اُن کے عیال سب بنو قریظہ کے پاس تھے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھیج دیا، بنو قریظہ نے اُن سے رائے دریافت کی کہ کیا ہم حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فیصلہ منظور کر لیں کہ جو کچھ وہ ہمارے حق میں فیصلہ دیں وہ ہمیں قبول ہو۔ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ یہ تو گلے کٹوانے کی بات ہے۔ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میرے قدم اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے تھے کہ میرے دل میں یہ بات جم گئی کہ مجھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خیانت واقع ہوئی، یہ سوچ کر وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں تو نہ آئے، سیدھے مسجد شریف پہنچے اور مسجد شریف کے ایک ستون سے اپنے آپ کو بندھوا لیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھائی کہ نہ کچھ

کھائیں گے نہ پئیں گے یہاں تک کہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرے۔ وقتاً فوقتاً ان کی زوجہ آکر انہیں نمازوں کے لئے اور طبعی حاجتوں کے لئے کھول دیا کرتی تھیں اور پھر باندھ دیئے جاتے تھے۔ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ ابولبابہ میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا لیکن جب اُنہوں نے یہ کیا ہے تو میں انہیں نہ کھولوں گا جب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن کی توبہ قبول نہ کرے۔ وہ سات روز بندھے رہے اور نہ کچھ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اُنہیں توبہ قبول ہونے کی بشارت دی۔ تو اُنہوں نے کہا: خدا کی قسم! جب تک رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مجھے خود نہ کھولیں تب تک میں نہ کھولوں گا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُنہیں اپنے دستِ مبارک سے کھول دیا۔ حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: میری توبہ اُس وقت پوری ہوگی جب میں اپنی قوم کی بستی چھوڑ دوں جس میں مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی اور میں اپنا پورا مال اپنی ملک سے نکال دوں۔ سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے۔ اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۲۷، ۲/۲۰۳-۲۰۴، جمل، تحت الآیۃ: ۲۷، ۳/۱۸۵-۱۸۶، ملتقطاً) اس سے معلوم ہوا کہ اپنی قوم کے راز دوسری قوم تک پہنچانا سخت جرم ہے۔

48

پرہیز گاری اختیار کرنے پر تین خصوصی انعامات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈروگے تو تمہیں حق و باطل میں فرق کردینے والا نور عطا فرمادے گا اور تمہارے گناہ مٹادے گا اور تمہاری مغفرت فرمادے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (الانفال: ۲۹)

﴿اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ: اگر تم اللہ سے ڈرو گے۔﴾ جو شخص رب تعالیٰ سے ڈرے اور اس کے حکم پر چلے تو اللہ تعالیٰ اسے تین خصوصی انعام عطا فرمائے گا۔

پہلا انعام یہ کہ اسے فُرقان عطا فرمائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایسا نور اور توفیق عطا کرے گا جس سے وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرلیا کرے۔ (خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۹، ۲/۱۹۱)

مومن کی فراست:

مومن کی فراست کے بارے میں حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ'' مومن کی فراست و دانائی سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(معجم الاوسط، باب الباء، من اسمہ بکر، ۲/۲۷۱، الحدیث: ۳۲۵۴)

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ ایک شخص آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جارہا تھا کہ راستے میں ایک اجنبیہ عورت پر اس کی نگاہ پڑ گئی۔ جب حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: ہمارے پاس بعض حضرات اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھ میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ اس شخص نے عرض کی: کیا ابھی وحی بند نہیں ہوئی؟ فرمایا: یہ وحی نہیں بلکہ مومن کی فراست ہے۔ (تفسیر قرطبی، الحجر، تحت الآیۃ: ۷۵، ۵/ ۳۳، الجزء العاشر)

دوسرا انعام یہ کہ اس کے سابقہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور تیسرا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو چھپالے گا۔

49

جہاد میں ثابت قدمی اور ذکرِ الٰہی کی کثرت کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (الانفال: ۴۵)

﴿اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا: جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔﴾ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا جو اس نے جنگِ بدر میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو عطا فرمائی تھیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کے دو آداب تعلیم فرمائے ہیں:

پہلا ادب: جنگ میں ثابت قدم رہنا۔ ابتداءً مسلمانوں کو جنگ یا کسی بھی آزمائش کی تمنا نہیں کرنی چاہئے لیکن جب ان پر جنگ مُسلّط ہو جائے تو اب ان پر لازم ہے کہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں اور بزدلی نہ دکھائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم دشمنوں سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرو۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجہاد، باب کیف یصنع بالذی یغلّ، ۵/ ۱۷۰، الحدیث: ۹۵۸۱) اور جنگ میں ثابت قدم رہنے کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دشمن کے مقابلے میں صبر کیا یہاں تک کہ وہ شہید کر دیا گیا یا اس نے دشمنوں کو قتل کر دیا تو وہ فتنۂ قبر میں مبتلا نہ ہوگا۔

(معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ موسیٰ، ۶/ ۱۲۹، الحدیث: ۸۲۴۳)

دوسرا ادب: لڑائی کے دوران کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ دورانِ جنگ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور زبان پہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہونا چاہئے۔ حضرت ابو مجلز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دشمن سے مقابلہ کرتے تو یوں دعا مانگتے: ”اے اللہ! تو میری طاقت اور مددگار ہے، میں تیری مدد سے پھرتا ہوں اور تیری مدد سے حملہ کرتا اور تیری مدد سے قِتال کرتا ہوں۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجہاد، باب کیف یصنع بالذی یغلّ، ۵/ ۱۶۹، الحدیث: ۹۵۸۰)

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو انتہائی شدید حالت میں بھی ذکر کرنے کا حکم دیا

ہے۔اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ہر حال میں انسان کا دل اور اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔اگر ایک شخص مغرب سے مشرق تک اپنے اَموال کی سخاوت کرے اور دوسرا شخص مشرق سے مغرب تک تلوار سے جہاد کرتا جائے تب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے کا درجہ اور اجر اِن سے زیادہ ہوگا۔(تفسیر کبیر، الانفال، تحت الآیۃ: ۴۵، ۵/۴۸۹)

یاد رہے کہ دورانِ جنگ زیادہ تر ذکر زبان سے ہوگا کہ دل عام طور پر سامنے والے سے مقابلے میں مشغول ہوتا ہے۔

سورۃ التوبہ

50

کافر رشتہ داروں کو دوست بنانے کی ممانعت اور وعید

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔(التوبۃ:۲۳)

﴿لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ: اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو۔﴾ جب مسلمانوں کو مشرکین سے تَرکِ مُوالات کا حکم دیا گیا تو بعض لوگوں نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی اپنے باپ بھائی وغیرہ قرابت داروں سے ترکِ تعلق کرے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کفار سے موالات یعنی قلبی محبت کا تعلق جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔(خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۲۳، ۲/۲۲۴)

کافروں اور بدمذہبوں سے دور رہا جائے:

اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں یعنی کافروں، بے دینوں اور گمراہوں کے ساتھ میل جول، رسم وراہ، مَوَدَّت و محبت اُن کی ہاں میں ہاں ملانا اُن کی خوشامد میں رہنا سب ممنوع ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ہود:۱۱۳)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (انعام:۶۸)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اگر شیطان تمہیں بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ‘‘ ان سے الگ رہو، انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلھا، ص۹، الحدیث: ۷(۷))

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْھُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْھَدُوْھُمْ‘‘ اگر یہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں شامل نہ ہونا۔

(ابو داؤد، کتاب السنّۃ، ۴/۲۹۴، الحدیث: ۴۶۹۱)

یہی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی مروی ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں: ’’وَاِنْ لَقِیْتُمُوْھُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ‘‘ اور اگر تم ان سے ملو تو انہیں سلام نہ کرو۔ (ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب فی القدر، ۱/۷۰، الحدیث: ۹۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا ہے، انہیں میرا ساتھی اور قریبی عزیز بنایا ہے۔ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی شان میں گستاخی کریں گے اور انہیں برا بھلا کہیں گے، اگر تم انہیں پاؤ تو ان کے ساتھ نکاح کرنا، نہ ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان پر نماز پڑھنا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ وفضلھم رضی اللہ عنھم اجمعین، ۶/۲۴۶، الحدیث: ۳۲۵۲۵، الجزء الحادی عشر)

ان آیات واَحادیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ بد مذہبوں کے سائے سے بھی کوسوں دور بھاگیں چہ جائیکہ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، ان کی دعوتوں میں اور ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے، اٰمین۔

51

مشرکین کو مسجدِ حرام میں آنے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مشرک بالکل ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کردے گا بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ (التوبۃ:۲۸)

﴾ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ: مشرک بالکل ناپاک ہیں۔﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ مشرک بالکل ناپاک ہیں یعنی ان کو باطن کے اعتبار سے ناپاک قرار دیا ہے کہ وہ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں۔ حکم دیا گیا کہ اِس سال یعنی سن 9 ہجری کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں نہ حج کے لئے نہ عمرہ کے لئے۔

دنیا بھر کی مَساجِد میں مشرکوں کا داخلہ ممنوع ہے:

یہاں مشرکین کو منع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان مسجدِ حرام شریف میں آنے سے روکیں۔ یہاں اصل حکم مسجدِ حرام شریف میں آنے سے روکنے کا ہے اور بقیہ دنیا بھر کی مساجد میں آنے کے متعلق بھی حکم یہ ہے کہ کفار مسجدوں میں نہیں آسکتے۔ خصوصاً کفار کو عزت و احترام اور استقبال کے ساتھ مسجد میں لانا شدید حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ " یہ کہنا کہ مسجدُ الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا، اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر صَریح اِفتراء ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا		(ترجمۂ کنزُالعِرفان: مشرک بالکل ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔)

یونہی یہ کہنا کہ کفار کے وُفود مسجدِ نبوی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے محض جھوٹ ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے مسجدِ کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کافر کی حاضری مَعَاذَ اللہ بطورِ اِستیلا واِستِعلاء (یعنی غلبے کے طور پر) نہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغِ اسلام سننے کے واسطے تھی۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ۱۴ / ۳۹۰-۳۹۱)

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً: اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہلِ مکہ کو تنگی پیش آئے گی تو عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو تمہیں دولت مند کر دے گا۔ حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے انہیں غنی کر دیا، بارشیں خوب ہوئیں اور پیداوار کثرت سے ہوئی۔ مقاتل نے کہا کہ یمن کے لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اہلِ مکہ پر اپنی کثیر دولتیں خرچ کیں۔ "اگر چاہے" فرمانے میں تعلیم ہے کہ بندے کو چاہئے کہ طلبِ خیر اور دفعِ آفات کے لئے ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہے اور تمام اُمور کو اسی کی مشیّت سے متعلق جانے۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۲۸، ۲ / ۲۲۹) اسی آیت پر مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یعنی یہ نہ سمجھو کہ اگر حج میں کفار شریک نہ ہوئے تو تمہاری تجارتیں نہ چلیں گی (بلکہ) اللہ (عَزَّوَجَلَّ) مسلمانوں کی جماعت میں اتنی برکت دے گا کہ مسلمان حاجیوں سے اہلِ مکہ کے تمام کاروبار چلیں گے۔ رب (عَزَّوَجَلَّ) نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا جو آج تک دیکھا جا رہا ہے۔ "اگر چاہے" اس لئے فرمایا کہ مسلمانوں کا توکل اللہ (عَزَّوَجَلَّ) پر رہے نہ کہ آنے والے حاجیوں پر۔

(نور العرفان، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۲۸، ص ۳۰۴)

52

پوپ پادریوں کی حرصِ مال اور زکوٰۃ نہ دینے کی وعید

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

اَلِيْمٍ﴿۳۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاجاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کررکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔(التوبۃ:۳۴)

﴿لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ: باطل طریقے سے لوگوں کامال کھاجاتے ہیں۔﴾ پادری اور روحانی درویش اس طرح باطل طریقے سے مال کھاتے ہیں کہ دین کے احکام بدل کر لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں اور اپنی کتابوں میں مال و دولت کے لالچ میں تحریف و تبدیل کرتے ہیں اور سابقہ کتابوں کی جن آیات میں سردارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت وصفت مذکور ہے مال حاصل کرنے کے لئے ان میں فاسد تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں۔

(خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ۲/۲۳۴)

دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانے کی مذمت:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کا علم اس لئے حاصل کرنا تاکہ اس کے ذریعے دنیا کا مال، دولت، عزت، منصب اور وجاہت حاصل ہو یہ انتہائی مذموم اور اپنی آخرت تباہ کر دینے والا عمل ہے۔ احادیث میں بھی اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے وہ علم حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے لیکن اس نے وہ علم (اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے) دنیا حاصل کرنے کے لئے سیکھا تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔(ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ، ۳/۴۵۱، الحدیث: ۳۶۶۴)

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو اس لیے علم طلب کرے تاکہ علماء کا مقابلہ کرے یا جُہلاء سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ آگ میں داخل کرے گا۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فیمن یطلب بعلمہ الدنیا، ۵/۲۹۷، الحدیث: ۲۶۶۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’علماء کے سامنے فخر کرنے، بیوقوفوں سے جھگڑنے اور مجلس آراستہ کرنے کے لئے علم نہ سیکھو کیونکہ جو ایسا کرے گا تو (اس کے لئے) آگ ہی آگ ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۵، الحدیث: ۲۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے لوگوں کے دلوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے عمدہ گفتگو سیکھی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادات قبول فرمائے گا نہ نفل۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی المتشدق فی الکلام، ۴/۳۹۱، الحدیث: ۵۰۰۶)

﴿وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بخل کرتے ہیں، مال کے حقوق ادا نہیں

کرتے اور زکوۃ نہیں دیتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہودی و عیسائی علماء و پادریوں کی حرصِ مال کا ذکر فرمایا تو مسلمانوں کو مال جمع کرنے اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے سے خوف دلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ۲/۲۳۵)

کنز کی وعید میں کون سا مال داخل ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ کنز نہیں (یعنی وہ اس آیت کی وعید میں داخل نہیں) خواہ دفینہ (زمین میں دفن شدہ خزانہ) ہی ہو اور جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ کنز ہے جس کا ذکر قرآن میں ہوا کہ اس کے مالک کو اس سے داغ دیا جائے گا۔
(تفسیر طبری، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/۳۵۷-۳۵۸)

کس مال کو جمع کرنا بہتر ہے؟

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے عرض کی کہ سونے چاندی کا تو یہ حال معلوم ہوا، پھر کون سا مال بہتر ہے جس کو جمع کیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی جو ایماندار کی اس کے ایمان پر مدد کرے (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۵/۶۵، الحدیث: ۳۱۰۵) یعنی پرہیزگار ہو کہ اس کی صحبت سے طاعت و عبادت کا شوق بڑھے۔

مال جمع کرنے کا حکم اور مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے واقعات:

یاد رہے کہ مال کا جمع کرنا مباح ہے مذموم نہیں جبکہ اس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت طلحہ وغیرہ اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم مالدار تھے۔ اسی مناسبت سے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی مالداری کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مالداری تو ویسے ہی بہت مشہور ہے، ان کے علاوہ چند مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم یہ ہیں:

(1)...**حضرت عبدالرحمٰن بن عوف** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کثیر مال عطا فرمایا اور اپنی مالداری کے باوجود بکثرت صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقدس زمانے میں آپ نے اپنے مال میں سے پہلے چار ہزار درہم صدقہ کئے، پھر چالیس ہزار درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کئے، اس کے بعد چالیس ہزار دینار صدقہ کئے، پھر پانچ سو گھوڑے اور اس کے بعد پانچ سو اونٹ راہِ خدا میں صدقہ کئے۔ (اسد الغابہ، باب العین والباء، عبد الرحمن بن عوف، ۳/۴۹۸)

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تجارتی قافلہ آیا، اس قافلے میں گندم، آٹے اور کھانے سے لدے ہوئے سات سو اونٹ تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے شور سنا تو اس بارے دریافت فرمایا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تجارتی قافلہ واپس آیا ہے جس میں گندم، آٹے اور طعام سے لدے ہوئے سات سو اونٹ ہیں۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے۔ جب یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو معلوم ہوئی آپ نے کہا: اے میری ماں! میں آپ کو گواہ

بتاتا ہوں کہ میں نے یہ تمام اونٹ اپنے سازو سامان کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔(اسد الغابہ، باب العین والباء، عبد الرحمن بن عوف، ۴۹۸/۳)

جب حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا تو آپ کے ترکہ میں حاصل ہونے والے سونے کو کلہاڑوں سے کاٹا گیا یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے، اس کے علاوہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ترکے میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے شامل تھے جو بقیع کی چراگاہ میں چرتے تھے۔(اسد الغابہ، باب العین والباء، عبد الرحمن بن عوف، ۵۰۰/۳)

(2)...**حضرت طلحہ بن عبید اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عراقی زمینوں سے ہونے والی آمدنی چار سے پانچ لاکھ درہم تک تھی اور سُرَّاۃ کی زمینوں سے ہونے والی آمدنی دس ہزار دینار کے لگ بھگ تھی یونہی اعراض سے بھی آمدنی ہوتی تھی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بنو تمیم کے ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرتے، ان کی مدد کرتے، ان کی بیواؤں اور غیر شادی شدہ افراد کی شادیاں کراتے اور ان کے قرض اتارا کرتے تھے نیز ہر سال زمین کی پیداوار کی آمدنی سے دس ہزار درہم حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بھجوایا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبری، طبقات البدریین من المھاجرین، الطبقۃ الاولی، طلحۃ بن عبید اللہ، ۱۶۶/۳)

(3)...**حضرت زبیر بن العوام** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حضرت ہشام بن عروہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ترکے کی قیمت پانچ کروڑ دس لاکھ یا پانچ کروڑ بیس لاکھ درہم تھی، مصر، اسکندریہ اور کوفہ میں آپ کی رہائشگاہیں تھیں، بصرہ میں آپ کی حویلیاں تھیں، مدینہ منورہ کی زمینوں سے آپ کے پاس غلے کی پیداوار سے آمدنی آتی تھی۔ حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے چار بیویاں چھوڑیں جن میں سے ہر ایک کو گیارہ گیارہ لاکھ ملے۔(الطبقات الکبری، طبقات البدریین من المھاجرین، الطبقۃ الاولی، ومن بنی اسد بن عبد العزی بن قصی، الزبیر بن العوام، ۸۱/۳)

ان کے علاوہ حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بھی مالدار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ خیال رہے کہ مالدار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم درحقیقت مالدار کی تربیت کیلئے مشعلِ راہ تھے، وہ اپنا مال شرعی مَصارِف میں خرچ کرتے تھے اور اسی لئے مال جمع رکھتے تھے، ان کے اَموال اظہارِ فخر کے لئے نہ تھے اور نہ ہی دنیائے فانی کے مال کی محبت میں اسے جمع کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مالدار مسلمانوں کو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

53

غزوۂ تبوک میں شرکت کی ترغیب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ (۳۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا؟ جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین کے ساتھ لگ جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کی بجائے

دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ؟ تو آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا ساز و سامان بہت ہی تھوڑا ہے۔ (التوبۃ:۳۸)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ : اے ایمان والو ! تمہیں کیا ہوا؟ ۔﴾ شانِ نزول : یہ آیت غزوۂ تبوک کی ترغیب میں نازل ہوئی۔

(خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۸، ۲/۲۳۹)

غزوۂ تبوک کا واقعہ :

تبوک، ملکِ شام کے اَطراف میں مدینہ طیبہ سے کافی فاصلے پر ایک مقام ہے، اس دور میں تبوک کی طرف جانے والا جو راستہ تعمیر کیا گیا ہے، جدید حساب کی رُو سے اس کا فاصلہ نو سو کلومیٹر کے قریب ہے۔ رجب 9 ہجری میں طائف سے واپسی کے بعد جب سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو خبر پہنچی کہ عرب کے عیسائیوں کی سازش اور بَرانگیختہ کرنے سے ہرقل شاہِ روم نے رومیوں اور شامیوں کا ایک بھاری لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے تو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ یہ زمانہ نہایت تنگی، قحط سالی اور گرمی کی شدت کا تھا یہاں تک کہ دو دو آدمی ایک ایک کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔ سفر دور کا تھا جبکہ دشمن تعداد میں زیادہ اور مضبوط تھے ان وجوہات کی بنا پر لوگوں کو گھر سے نکلنا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ مدینہ منورہ کے بہت سے منافقین جن کے نفاق کا راز فاش ہو چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ اب ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامانِ جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے اس لیے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عرب کے تمام قبائل سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے اس غزوے میں دل کھول کر مال خرچ کیا "حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوۂ تبوک کے بارے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا: "یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں پالان کے ساتھ سو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: "یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں پالان سمیت دو سو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے تیسری مرتبہ ترغیب دلائی تو حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پھر کھڑے ہو گئے اور عرض گزار ہوئے "یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں تین سو اونٹ پالانوں کے ساتھ میرے ذمے ہیں۔ حضرت عبد الرحمٰن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ منبر سے نیچے تشریف لائے اور فرما رہے تھے کہ اس کے بعد عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو بھی عمل کریں ان پر کوئی حرج نہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ۵/۳۹۱، الحدیث: ۳۷۲۰)

یہ تو اعلان تھا لیکن حاضر کرتے وقت حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اعلان سے کہیں زیادہ مال دیا تھا، حضرت علامہ برہان الدین حلبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "غزوۂ تبوک کے موقع پر جتنا مال حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خرچ کیا اتنا کسی اور نے نہیں کیا ،آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دس ہزار مجاہدین کو جہاد کا سامان دیا اور دس ہزار دینار اس غزوے پر خرچ کئے، ساز و سامان کے ساتھ نو سو اونٹ اور سو

گھوڑے اس کے علاوہ ہیں۔(سیرت حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۃ تبوک، ۳/۱۸۴)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے کہا اگر میں صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کسی دن سبقت لے سکتا ہوں تو آج لے جاؤں گا۔ فرماتے ہیں: ”پھر میں نصف مال لے کر حاضر ہوا، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی: اس کے برابر اتنے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنا سارا مال (جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی) لے کر حاضر ہوئے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: ”گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کی ” اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ “ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے (دل میں) کہا: میں ان سے کسی بات میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔

(ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، ۲/۱۷۹، الحدیث: ۱۶۷۸)

ان کے علاوہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عباس اور حضرت طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے بھی کثیر مال خرچ کیا، اسی طرح صحابیات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کے پاس بھی جو زیور تھا انہوں نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں بھیج دیا۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملے میں بہت زیادہ رازداری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عَساکرِ اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتادیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصرِ روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کرلیں۔ (سیرت حلبیہ، باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۃ تبوک، ۳/۱۸۳-۱۸۴)

بہر حال حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نَظم و نَسق چلانے کے لئے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک کے موقع پر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تو آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے! البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۱۰، الحدیث: ۳۱(۲۴۰۴))

جب نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ اِنْ شَآءَ اللہُ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچوگے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں پانی کی ایک دھار بہہ رہی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہوگئے۔ سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کافی عرصہ یہاں قیام فرمایا، ہرقل اپنے دل میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سچا نبی جانتا تھا اس لئے اسے خوف ہوا اور اس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مقابلہ نہ کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَطراف میں لشکر بھیجے، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو چار سو سے زائد سواروں کے

ساتھ دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر سے مقابلے کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ تم اس کو نیل گائے کے شکار میں پکڑ لو! چنانچہ ایسا ہی ہوا جب وہ نیل گائے کے شکار کے لئے اپنے قلعے سے اترا تو حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے گرفتار کرلیا اور اسے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں لے آئے، حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جزیہ مقرر فرما کر اس کو چھوڑ دیا، اسی طرح حاکمِ ایلہ پر اسلام پیش کیا اور جزیہ پر صلح فرمائی۔ (زرقانی، ثمّ غزوۃ تبوک، ۴/۹۰-۹۳، ملتقطاً) واپسی کے وقت جب حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ کے قریب تشریف لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے وہ حاضر ہوئے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام نہ کریں اور اپنے پاس نہ بٹھائیں جب تک ہم اجازت نہ دیں تو مسلمانوں نے ان سے اِعراض کیا یہاں تک کہ باپ اور بھائی کی طرف بھی اِلتفات نہ کیا اسی باب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

54

اللہ سے ڈرنے اور سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ(۱۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (التوبۃ: ۱۱۹)

﴿وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ: اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔﴾ یعنی ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ جو ایمان میں سچے ہیں، مخلص ہیں، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اِخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ صادقین سے حضرت ابوبکر و عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مراد ہیں۔ ابنِ جریج کہتے ہیں کہ اس سے مہاجرین مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی نیتیں سچی رہیں، ان کے دل اور اَعمال سیدھے رہے اور وہ اخلاص کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حاضر ہوئے۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۱۹، ۲/۲۹۳)

سچائی کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا، اس مناسبت سے یہاں ہم سچائی کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت پر دو اَحادیث ذکر کرتے ہیں۔

(1)...حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک سچائی بھلائی کی طرف ہدایت دیتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاریوں کی طرف لے کر جاتا ہے اور بدکاریاں جہنم میں پہنچاتی ہیں اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالی: یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ...الخ، ۴/۱۲۵، الحدیث: ۶۰۹۴)

(2)...حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آکر کہنے لگے کہ جس شخص کو آپ نے (شبِ معراج) دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں وہ بہت جھوٹا آدمی ہے، ایسی بے پر کی اڑاتا

تھا کہ اس کا جھوٹ اطرافِ عالَم میں پھیل جاتا تھا، پس قیامت تک اس کے ساتھ یہی کیا جاتا رہے گا۔

(بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالی: یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ...الخ، ۴/۱۲۶، الحدیث: ۶۰۹۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں

اِس آیت سے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا بھی ثبوت ملتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ہونے کی ایک صورت ان کی صحبت اختیار کرنا بھی ہے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کی سیرت و کردار اور اچھے اعمال دیکھ کر خود کو بھی گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق مل جاتی ہے اور ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ دل کی سختی ختم ہوتی اور اس میں رِقَّت و نرمی محسوس ہوتی ہے، ایمان پر خاتمے اور قبر و حشر کے ہَولناک معاملات کی فکر نصیب ہوتی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نیک بندوں سے تَعَلُّقات بنائے اور ان کی صحبت اختیار کرے اور کسی کی بھی صحبت اختیار کرنے سے پہلے غور کر لے کہ وہ کس کی صحبت اختیار کر رہا ہے، اس کی ترغیب سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزھد، ۴۵-باب، ۴/۱۶۷، الحدیث: ۲۳۸۵)

اور دیندار دوست تلاش کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”سچے دوست تلاش کرو اور ان کی پناہ میں زندگی گزارو کیونکہ وہ خوشی کی حالت میں زینت اور آزمائش کے وقت سامان ہیں۔ اور کسی گناہگار کی صحبت اختیار نہ کرو ورنہ اس سے گناہ کرنا ہی سیکھو گے۔(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ...الخ، الباب الاول فی فضیلۃ الالفۃ والاخوۃ...الخ، بیان الصفات المشروطۃ فیمن تختار صحبتہ، ۲/۲۱۴)

حضرت امام جعفر صادق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”پانچ قسم کے آدمیوں کی صحبت اختیار نہ کرو: (1) بہت جھوٹ بولنے والا شخص، کیونکہ تم اس سے دھوکہ کھاؤ گے، وہ سراب (یعنی صحراء میں پانی نظر آنے والی ریت) کی طرح ہے، وہ دور والے کو تیرے قریب کر دے گا اور قریب والے کو دور کر دے گا۔ (2) بے وقوف آدمی، کیونکہ اس سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہو گا، وہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان پہنچا بیٹھے گا۔ (3) بخیل شخص، کیونکہ جب تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہو گی تو وہ دوستی ختم کر دے گا۔ (4) بزدل شخص، کیونکہ یہ مشکل وقت میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ (5) فاسق شخص، کیونکہ وہ تمہیں ایک لقمے یا اس سے بھی کم قیمت میں بیچ دے گا۔ کسی نے پوچھا کہ لقمے سے کم کیا ہے؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”لالچ رکھنا اور اسے نہ پانا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ...الخ، الباب الاول فی فضیلۃ الالفۃ والاخوۃ...الخ، بیان الصفات المشروطۃ فیمن تختار صحبتہ، ۲/۲۱۴-۲۱۵)

یاد رہے کہ کسی کو اپنا پیر و مرشد بنانے کا ایک بہت بڑا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی صحبت کے ذریعے اس سے فیض حاصل کیا جاسکے۔

یونہی با عمل علماء کی صحبت میں بیٹھنے کی بھی بہت فضیلت ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے: ”علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔(مسند الفردوس، باب المیم، ۴/۱۵۶، الحدیث: ۶۴۸۶)

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو چر لیا کرو۔ عرض کی گئی، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، جنت کے باغ کیا چیز ہیں؟ ارشاد فرمایا: علم کی مجالس۔

(معجم الکبیر، باب العین، مجاھد عن ابن عباس، ۷۸/۱۱، الحدیث: ۱۱۱۵۸)

حضرت سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: جو چاہتا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مجلسوں کی طرف دیکھے اسے چاہیے کہ علماء کی مجلسوں کی طرف دیکھے کہ کوئی مرد آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے فلاں (یعنی مولانا صاحب، مفتی صاحب) آپ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی عورت کے بارے میں اس اس طرح قسم کھائی، پس وہ عالم کہتا ہے کہ اس کی عورت کو طلاق ہو گئی اور ایک دوسرا شخص آتا ہے اور کہتا ہے، آپ اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اپنی عورت کے بارے میں ایسے ایسے قسم اٹھائی تو وہ کہتا ہے کہ وہ مرد اپنی اس بات کے ساتھ حانِث (قسم توڑنے والا) نہیں ہوا اور یہ بات کہنا (یعنی احکامِ شرع بیان کرنا) جائز نہیں مگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور علماء کے لیے۔ پس اس بات سے علماء کی شان پہچان لو۔(الفقیہ والمتفقہ، ذکر احادیث واخبار شتی یدلّ جمیعھا علی جلالۃ الفقہ والفقہاء، ۱۴۹/۱، روایت نمبر: ۱۳۶)

حضرت بہز بن حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو علماء کی صحبت میں بیٹھا تحقیق وہ میری صحبت میں بیٹھا اور جو میری صحبت میں بیٹھا یقیناً وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بیٹھا۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول فی الترغیب فیہ، ۷۴/۵، الحدیث: ۲۸۸۷۹، الجزء العاشر)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”علماء کی مجالس سے الگ نہ رہو اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے روئے زمین پر علماء کی مجالس سے مکرم کسی مٹی کو پیدا نہیں فرمایا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد وتفصیل احیاء اللیل، الباب الاول فی فضیلۃ الاوراد وترتیبھا واحکامھا، بیان اختلاف الاوراد باختلاف الاحوال، ۴۶۰/۱)

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارشاد ہے: ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کی صورت دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے، جن کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے، جن کا عمل تمہیں آخرت کا شوق دلائے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی أداب العالم والمتعلم، ص ۱۷۲)

اللہ تعالٰی ہمیں نیک لوگوں کو اپنا دوست بنانے، علم کی مجالس اور علماء کی صحبت میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اِجماع حجت ہے:

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ اجماع حجت ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا، اس سے اُن کے قول کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔(مدارک، التوبۃ، تحت الاٰیۃ: ۱۱۹، ص۴۵۸)

نیز اس حدیثِ پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجماع حجت ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ فَاِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ“ بے شک میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی، تو جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۳۲۷/۴، الحدیث: ۳۹۵۰)

55

کفار سے جنگ کرنے کے آداب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ (التوبۃ:۱۲۳)

﴾قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ: ان کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں۔﴿ جہاد تمام کافروں سے واجب ہے قریب کے ہوں یا دُور کے لیکن قریب والے مُقَدَّم ہیں پھر جواُن سے مُتَّصِل ہوں ایسے ہی درجہ بدرجہ۔ (مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ص۴۶۰)

کفار سے جنگ کرنے کے آداب:

اس آیت میں کفار سے جنگ کے آداب سکھائے گئے ہیں کہ جنگ کی شرعی اجازت جب متحقق ہو جائے تو اس کی ابتدا قریب میں رہنے والے کفار سے کی جائے پھر ان کے بعد جو قریب ہوں حتّٰی کہ مسلمان مجاہدین دور کی آبادیوں میں رہنے والے کفار تک پہنچ جائیں۔ اسی طریقے سے تمام کفار سے جہاد ممکن ہے ورنہ ایک ہی بار سب سے جنگ کرنا مُتَصَوَّر نہیں، یہی وجہ ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے پہلے اپنی قوم سے جہاد فرمایا، پھر پورے عرب سے، پھر اہلِ کتاب سے اور ان کے بعد روم اور شام والوں سے جنگ کی۔ پھر نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصال کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عراق اور پھر تمام شہروں تک جنگ کا دائرہ وسیع کیا۔ (صاوی، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۳/۸۴۹)

﴾وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً: اور وہ تم میں سختی پائیں۔﴿ اس سختی میں جرأت و بہادری، قتال پر صبر اور قتل یا قید کرنے میں شدت وغیرہ ہر قسم کی مضبوطی و سختی داخل ہے۔ (روح المعانی، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۶/۶۸) جو کفار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں ان سے سختی کے ساتھ نمٹنے کا حکم ہے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہر وقت سختی ہی کرتے رہیں کیونکہ ہمیں تو دورانِ جہاد بھی عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور پادریوں وغیرہ کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴾وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ: اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔﴿ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کا جہاد اور کفار کو قتل کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے ہو نہ کہ مال و دولت یا منصب و مرتبے کے حصول کی غرض سے ہو۔ (تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۳، ۶/۱۷۴)

سورۃ الحج

56

اہلِ ایمان کو متعدد عبادتوں کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ السجدة

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاجاؤ۔ (الحج: ۷۷)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو 3 اَحکام دیئے ہیں:

(1)... **نماز پڑھو۔** کیونکہ نماز کے سب سے افضل ارکان رکوع اور سجدہ ہیں اور یہ دونوں نماز کے ساتھ خاص ہیں تو ان کا ذکر گویا کہ نماز کا ذکر ہے۔

(2)... **اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔** اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے، ان سب (پر عمل کرنے کی صورت) میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ رکوع، سجدہ اور دیگر نیک اعمال کو اپنے رب کی عبادت کے طور پر کرو کیونکہ عبادت کی نیت کے بغیر فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں۔

(3)... **نیک کام کرو۔** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ان سے مراد صلہ رحمی کرنا اور دیگر اچھے اَخلاق ہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ تم یہ سب کام اس امید پر کرو کہ تم جنت میں داخل ہو کر فلاح و کامیابی پا جاؤ اور تمہیں جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جائے۔ (تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۷۷، ۸/۲۵۴، مدارک، الحج، تحت الآیۃ: ۷۷، ص۷۴۹-۷۵۰، ملتقطاً)

نیک اعمال کس امید پر کرنے چاہئیں؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ عبادات اور نیک اعمال ضرور کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن ان عبادات و نیک اعمال کی وجہ سے یہ ذہن نہ بنائے کہ اب اس کی بخشش و مغفرت یقینی ہے بلکہ اس امید پر اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیک کام کرے کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل و رحمت فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے گا۔

سورۂ حج کی آیت نمبر 77 سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ:

یاد رہے کہ اَحناف کے نزدیک سورۂ حج کی اس آیت کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے، البتہ اگر کسی حنفی نے شافعی مذہب سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتدا کی اور اُس نے اِس موقع پر سجدہ کیا تو اُس کی پیروی میں مقتدی پر بھی واجب ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ چہارم، سجدۂ تلاوت کا بیان، ۱/۷۲۹)

سورۃ النور

57

اتباعِ شیطان سے بچنے کی تاکید
گناہ کی گندگی سے پاک کرنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا البتہ اللہ پاکیزہ فرمادیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔(النور:۲۱)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی پیروی کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے اعمال اور افعال میں شیطان کے طریقوں پر نہ چلو اور جو شیطان کے طریقوں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا، تم اس کے وسوسوں میں نہ پڑو اور بہتان اُٹھانے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ اور حسنِ عمل کی توفیق نہ دیتا اور عفو و مغفرت نہ فرماتا البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی توبہ قبول فرما کر اسے گناہوں کی گندگی سے پاکیزہ فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔

(ابو سعود، النور، تحت الآیۃ: ۲۱، ۴/۷۷-۷۸، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۷۷۴، ملتقطاً)

شیطان کا پیروکار:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی عظمت کا منکر شیطان کا پیروکار ہے، بے حیا ہے، بدکار ہے، اس سے بڑا بے حیا کون ہو گا جو اپنی ماں کو تہمت لگائے اور اس کے بارے میں ایسی غلیظ بات کہے۔

آیت ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ“ سے معلوم ہونے والے امور:

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے اس آیت سے معلوم ہونے والے تین اہم امور بیان فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(1)...وہ تمام طریقے شیطان کے ہیں جن پر بے حیائی اور بُری بات ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا، جھوٹ بولنا اور لوگوں کے عیبوں کی (شرعی ضرورت کے بغیر) چھان بین کرنا وغیرہ۔

(2)...گناہ کی گندگی سے پاکیزہ کرنے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیونکہ وہی اپنے فضل و رحمت سے بندے کو عبادات اور اسباب کی توفیق دیتا ہے لیکن بندے کے لئے ایک ایسا وسیلہ ہونا ضروری ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق گناہ کی گندگی سے پاک ہونے کی کیفیت سیکھ سکے اور اس سلسلے میں سب سے بڑا وسیلہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دیں (یعنی کامل مرشد۔) شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں: شریعت اور حدیث کے علم میں میرے استاد بہت ہیں لیکن طریقت میں میرے استاد حضرت ابو الحسن

خرقانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہیں، اگر میں ان کی زیارت نہ کرتا تو میں حقیقت کو نہ پہچان سکتا۔

کامل مرشد دین کے راستے کے رہنما اور یقین کے دروازوں کی چابیاں ہیں، لہٰذا کسی کامل انسان کا موجود ہونا بہت بڑی غنیمت ہے اور اس کی صحبت نصیب ہونا ایک عظیم نعمت ہے۔

اے دوست! میری یہ ایک نصیحت قبول کر لے		جا کسی (علم و معرفت کی) دولت والے کا دامن تھام لے
کیوں کہ پانی کا قطرہ جب تک سیپی کے منہ میں نہیں جاتا		اس وقت تک چمکدار اور روشن موتی نہیں بن پاتا

پھر حقیقی تزکیہ یہ ہے کہ گناہوں کے میل سے پاک کرنے کے بعد دل کو اغیار کے تعلقات سے پاک کر دیا جائے اور ہر کوئی اس تزکیہ کی اہلیت نہیں رکھتا (بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے اسے ہی یہ دولت نصیب ہوتی ہے جیسا کہ آیت میں بیان ہوا۔)

(3)...غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ میں جن سے بہتان کی خطا سرزد ہوئی ان کی خطا کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔

(روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۲۱، ۶/۱۳۱-۱۳۲)

58

دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب اور احکام

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت مان لو۔ پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے "واپس لوٹ جاؤ" تو تم واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ (النور: ۲۷-۲۹)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب اور احکام

بیان فرمائے ہیں۔ **شانِ نزول:** حضرت عدی بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اپنے گھر میں میری حالت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے، چاہے وہ میرے والد یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور میری اسی حالت میں گھر میں مردوں کا آنا جانا رہتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۹/۲۹۷)

دوسروں کے گھر جانے سے متعلق 3 شرعی احکام:

یہاں اس آیت کے حوالے سے 3 شرعی احکام ملاحظہ ہوں:

(1)…اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں کوئی بے اجازت داخل نہ ہو۔ اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سُبْحَانَ اللہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا اَللہُ اَکْبَرْ کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آنا چاہتا ہے (اور یہ سب کام اجازت لینے کے طور پر ہوں) یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر رہتا ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔

(روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۶/۱۳۷، ملخصاً)

(2)…غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت لے اور اس طرح کہے: السلام علیکم، کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مُقَدَّم کرو۔

(ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب عن رسول اللہ، باب ما جاء فی السلام قبل الکلام، ۴/۳۲۱، الحدیث: ۲۷۰۸)

(3)…اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔ (موطا امام مالک، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان، ۲/۴۴۶، الحدیث: ۱۸۴۷)

﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا: پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ۔﴾ یعنی اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو بھی ان میں داخل نہ ہو نا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے کیونکہ غیر کی مِلک میں تَصَرُّف کرنے کے لئے اس کی رضا مندی ضروری ہے۔ اور اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود ہو اور وہ تمہیں کہے کہ ''واپس لوٹ جاؤ'' تو تم واپس لوٹ جاؤ اور اجازت طلب کرنے میں اصرار اور منت سماجت نہ کرو۔

کسی کا دروازہ بجانے سے متعلق دو اہم باتیں:

جب بھی کسی کے گھر جائیں تو دروازہ بجانے سے پہلے دو باتوں کا ضرور لحاظ رکھیں:

(1)… کسی کا دروازہ بہت زور سے کھٹ کھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا کرنا اور ان کو زور سے پکارنا مکروہ وخلافِ ادب ہے۔ (مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۷۷۶) لہٰذا درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہو تو درمیانی آواز سے پکاریں، یونہی جس کے گھر پہ بیل لگی ہو تو ایسا نہ کریں کہ بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں اور جب تک دروازہ کُھل نہ جائے اس سے ہاتھ نہ ہٹائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار کریں، اگر دروازہ نہ کھلے تو دوبارہ بجالیں، کچھ دیر انتظار کے بعد پھر بجالیں، اگر تیسری بار بجانے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کر لیں۔ نیز یہاں یہ بھی یاد رہے کہ تین مرتبہ

تک دروازہ بجانے یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں لہٰذا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو یا ایک مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔

(2)...جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دروازہ بجایا۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”میں، میں۔“ (یعنی میں تو میں بھی ہوں) گویا آپ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔ (بخاری، کتاب الاستئذان، باب ما اذا قال: من ذا؟ فقال: انا، ۴/۱۷۱، الحدیث: ۶۲۵۰)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے **”مکان میں جانے کا بیان“** مطالعہ فرمائیں۔

﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ: یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔﴾ یعنی اجازت نہ ملنے کی صورت میں تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ کام ہے کیونکہ بعض اوقات لوگ اس حال میں ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتے۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: ۲۸، ۳/۳۴۷)

دینِ اسلام کا وصف:

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اپنی تعلیمات سے نوازا ہے اور زندگی کے آداب سکھائے ہیں نیز دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا بھی سکھایا ہے۔

﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ: تم پر کچھ گناہ نہیں۔﴾ **شانِ نزول:** یہ آیت ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے آیتِ اِسْتِیْذَان یعنی اُوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان اور شام کے راستے میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا اُن میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جیسے سَرائے اور مسافر خانے وغیرہ کہ اس میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی حاجت نہیں اور ان سے تمہیں نفع اُٹھانے کا اختیار ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان گھروں سے دکانیں مراد ہیں۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: ۲۹، ۳/۳۴۷) کیونکہ دکانوں میں اجازت لے کر داخل نہیں ہوا جاتا بلکہ کھلی ہوئی دکانیں ہوتی ہی اس لئے ہیں کہ لوگ ان میں آئیں اور خریداری کریں۔ حقیقت میں اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں شرعاً و عرفاً اجازت لے کر جانے کی حاجت نہیں۔

﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ: اور اللہ جانتا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو ان مقامات پر چوری وغیرہ کی نیت سے یا عورتوں کو جھانکنے کے لئے جائیں۔ یہ لوگ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو چھپاتے ہیں۔

(روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۲۹، ۶/۱۳۹)

www.dawateislami.net

تین اوقات میں اجازت لے کر گھر میں داخلے کی تاکید

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍؕ
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْؕ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ(۵۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو نہیں پہنچے، انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) تم سے اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کچھ گناہ نہیں۔ وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔(النور:۵۸)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک انصاری غلام مُدلَج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلانے کے لئے بھیجا، وہ غلام اجازت لئے بغیر ویسے ہی حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مکان میں چلا گیا اور اس وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف فرما تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں:

(1)... **فجر کی نماز سے پہلے**۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے کا وقت ہے۔

(2)... **دوپہر کے وقت**، جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہ بند باندھ لیتے ہیں۔

(3)... **نمازِ عشاء کے بعد**، کیونکہ یہ بیداری کی حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔

یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت

میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔(خازن، النور، تحت الآیۃ: ۵۸، ۳/۳۶۱-۳۶۲، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۵۸، ص۷۸۹، ملتقطاً)

لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں؟

یاد رہے کہ لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔(فتاویٰ رضویہ، ۱۲/ ۳۹۹، ملخصاً)

سورۃ الاحزاب

60

غزوہِ احزاب میں احسانِ الٰہی کی یاددہانی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۟ۚ(۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔(الاحزاب: ۹)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا: اے ایمان والو!۔﴾ یہاں سے جنگِ اَحزاب کے اَحوال بیان کیے جارہے ہیں جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ جنگِ اُحد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت فرمایا جب تم پر قریش، غطفان، بنو قریظہ اور بنو نَضیر کے لشکر آئے اور انہوں نے تمہارا محاصرہ کر لیا تو ہم نے ان پر آندھی اور فرشتوں کے وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آئے اور تمہارا خندق کھودنا اور میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اسی لئے اس نے کافروں کے خلاف تمہاری مدد فرمائی اور ان کے شر سے تمہیں محفوظ رکھا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر اس کا شکر ادا کرو۔

(خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۹، ۳/ ۴۸۴، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۹، ص۹۳۳-۹۳۴، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۹، ۷/ ۱۴۶، ملتقطاً)

غزوۂ احزاب کا مختصر بیان:

غزوۂ احزاب کا مختصر بیان یہ ہے کہ یہ غزوہ سن 4 یا 5 ہجری، شوال کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب بنی نَضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا تو اُن کے سربراہ مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انہیں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں۔ ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو محمد (مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کی دشمنی میں ہمارا ساتھ دے۔ پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو،

ہمیں بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) یہودیوں نے کہا: تم ہی حق پر ہو۔ اس پر کفارِ قریش خوش ہوئے اور اسی واقعے سے متعلق سورہ نساء کی آیت نمبر 51 ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ“ نازل ہوئی۔ پھر وہ یہودی دیگر قبائل غطفان، قیس اور غیلان وغیرہ میں گئے، وہاں بھی یہی تحریک چلائی تو وہ سب بھی ان کے موافق ہوگئے۔ اس طرح ان یہودیوں نے جابجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرلیا۔ جب سب لوگ تیار ہوگئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع پاتے ہی حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مشورے سے خندق کھدوانی شروع کردی۔ اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود بھی کام کیا۔ مسلمان خندق تیار کرکے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار افراد کا بڑا لشکر لے کر اُن پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کرلیا۔ خندق مسلمانوں کے اور اُن کے درمیان حائل تھی اور اسے دیکھ کر سب کفار حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ ”یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے۔ اب انہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کردی۔ جب اس محاصرے کو 15 یا 24 دن گزرے تو مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور کافروں پر تیز ہوا بھیجی، انتہائی سرد اور اندھیری رات میں اُس ہوا نے کافروں کے خیمے گرادیئے، طنابیں توڑدیں، کھونٹے اکھاڑ دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں اور آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیئے جنہوں نے کفار کو لرزا دیا اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی مگر اس جنگ میں فرشتوں نے لڑائی نہیں کی۔ پھر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خبر لینے کے لئے بھیجا۔ اس وقت انتہائی سخت سردی تھی اور یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دستِ مبارک پھیرا جس کی برکت سے ان پر سردی اثر نہ کرسکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے۔ وہاں تیز ہوا چل رہی تھی، سنگریزے اڑ اڑ کر لوگوں کو لگ رہے تھے اور آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، الغرض عجب پریشانی کا عالَم تھا۔ کافروں کے لشکر کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالَم دیکھ کر اُٹھے اور انہوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے۔ یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کردیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دانائی سے اپنے دائیں طرف موجود شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: تو کون ہے؟ اُس نے کہا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: اے گروہِ قریش! تم یہاں نہیں ٹھہر سکتے، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہوچکے ہیں، بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں اُن کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں۔ ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کردو اور میں کوچ کررہا ہوں۔ ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے اور لشکر میں کوچ کوچ کا شور مچ گیا۔ کافروں پر جو ہوا آئی وہ ہر چیز کو الٹ رہی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی۔ اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا سواریوں پر لاد کرلے جانا اس کے لئے دشوار ہو گیا، اس لئے کثیر سامان وہیں چھوڑ گیا۔ (جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۹، ۶/۱۵۵-۱۵۶، ملخصًا)

www.dawateislami.net

مسلمانوں کو بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے کی تاکید

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ(۴۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔ (الاحزاب: ۴۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ذکر میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد اور بڑائی بیان کرنا وغیرہ داخل ہے اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے (ایک) مراد یہ ہے کہ صبح ہو یا شام، سردی ہو یا گرمی تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، یونہی تم خشکی میں ہو یا سمندر میں، ہموار زمین پر ہو یا پہاڑوں پر تمام جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اسی طرح تم مسافر ہو یا نہ ہو، تندرست ہو یا بیمار ہو، لوگوں کے سامنے ہو یا تنہائی میں ہو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا کروٹ کے بل لیٹے ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، عبادت میں اخلاص کے ذریعے، عبادت قبول ہونے کی اور عبادت کی توفیق ملنے کی دعا کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، گناہوں سے باز آ کر اور ان سے توبہ واِستغفار کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اور مصیبت پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ (روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۱، ۷/۱۹۱)

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے 3 فضائل:

کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل اسی سورت کی آیت نمبر 35 کی تفسیر میں ذکر ہوئے اور یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل پر 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے فضائل بھی معلوم ہوں اور اس میں رغبت بھی پیدا ہو۔

(1)… حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کسی شخص کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ (اس کے حق میں) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دِلانے والا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی ذکر کے مقابلے میں زیادہ نجات کا باعث نہیں مگر یہ کہ مجاہد اپنی تلوار سے (خدا کے دشمنوں پر) اس قدر وار کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (الدعوات الکبیر، باب ما جاء فی فضل الدعاء والذکر، ۱/۸۰، الحدیث: ۱۹)

(2)… حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتادوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجے بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لیے سونا چاندی خیرات کرنے سے بہتر ہوں اور تمہارے لیے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم دشمن سے جہاد کر کے ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہیں شہید کریں؟ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: ’’وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔‘‘ (ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۷-باب منہ، ۵/۲۴۶، الحدیث: ۳۳۸۸)

(3)… حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا: مجاہدین میں سے کون اجر و ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’ان میں سے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کی: روزہ رکھنے والوں میں سے کس کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ ارشاد فرمایا: ’’ان میں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے والوں کا۔ پھر وہ نماز پڑھنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، حج

کرنے والوں اور صدقہ دینے والوں کے بارے میں پوچھتے رہے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یہی ارشاد فرماتے رہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے والے کا اجر سب سے زیادہ ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: اے ابو حفص! اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے سب بھلائی لے گئے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں (وہ بھلائی لے گئے)۔

(مسند احمد، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجھنی رضی اللہ تعالی عنہ، ۵/۳۰۸، الحدیث: ۱۵۶۱۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت اور ہر حال میں اپنا ذکر کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی 40 برکات:

اَحادیث میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی بہت سی دینی اور دُنْیَوی برکات بیان کی گئی ہیں، یونہی علماءِ کرام نے بھی اپنی کتابوں میں اس کی بہت سی برکات بیان کی ہیں، یہاں ان میں سے 40 برکات ملاحظہ ہوں:

(1) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ (2) اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ (3) معرفتِ الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ (4) ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے۔ (5) یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ (6) بندے اور جہنم کے درمیان آڑ ہے۔ (7) ذکر کرنے والا قیامت کے دن کی حسرت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (8) یہ خود بھی سعادت مند ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھنے والا بھی سعادت سے سرفراز ہوتا ہے۔ (9) کثرت سے ذکر کرنا بد بختی سے امان ہے۔ (10) کثرت سے ذکر کرنے والے بندے کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں افضل اور اَرفع درجہ نصیب ہو گا۔ (11) سکینہ نازل ہونے اور رحمت چھا جانے کا سبب ہے۔ (12) گناہوں اور خطاؤں کو مٹاتا ہے۔ (13) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے بندے کا نفس شیطان سے محفوظ رہتا اور شیطان اس سے دور بھاگتا ہے۔ (14) غیبت، چغلی، جھوٹ اور فحش کلامی سے زبان محفوظ رہتی ہے۔ (15) ذِکْرُ اللہ پر مشتمل کلام بندے کے حق میں مفید ہے۔ (16) ذکر دنیا میں، قبر میں اور حشر میں ذکر کرنے والے کے لئے نور ہو گا۔ (17) یہ دل سے غم اور حزن کو زائل کر دیتا ہے۔ (18) دل کے لئے فرحت اور سرور کا باعث ہے۔ (19) دل کی حیات کا سبب ہے۔ (20) دل اور بدن کو مضبوط کرتا ہے۔ (21) چہرے اور دل کو منور کرتا ہے۔ (22) دل اور روح کی غذا ہے۔ (23) دل کا زنگ دور کرتا ہے۔ (24) دل کی سختی ختم کر دیتا ہے۔ (25) بیمار دلوں کے لئے شفا کا باعث ہے۔ (26) ذکر کرنے والا زندہ کی طرح ہے اور نہ کرنے والا مردہ کی طرح ہے۔ (27) ذکر آسان اور افضل عبادت ہے۔ (28) ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مدد ملتی ہے۔ (29) مشکلات آسان ہوتی اور تنگیاں دور ہوتی ہیں۔ (30) فرشتے ذکر کرنے والے کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (31) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔ (32) اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے ذکر کرنے والوں کے ذریعے مباہات فرماتا ہے۔ (33) کثرت سے ذکر کرنے والا منافق نہیں ہو سکتا۔ (34) بندوں کے دل سے مخلوق کا خوف نکال دیتا ہے۔ (35) ذکر شکر کی بنیاد ہے۔ (36) ذکر کرنا رزق ملنے کا سبب ہے۔ (37) ذکر میں مشغول رہنے والا مانگنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عطا پاتا ہے۔ (38) کثرت سے ذکر کرنا فلاح و کامیابی کا سبب ہے۔ (39) ہمیشہ ذکر کرنے والا جنت میں داخل ہو گا۔ (40) ذکر کے حلقے دنیا میں جنت کے باغات ہیں۔

www.dawateislami.net

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کی برکتیں نصیب فرمائے،اٰمین۔

62

ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے دی جانے والی طلاق کا شرعی حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَاۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا(۴۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو تو ان پر تمہاری وجہ سے کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تو انہیں فائدہ پہنچاؤ اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑو۔(الاحزاب:۴۹)

﴿اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ: جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں۔

یہاں اس سے متعلق مزید دو مسائل بھی ملاحظہ ہوں:

(1)... خَلْوَتِ صحیحہ قربت کے حکم میں ہے، تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہو گی اگرچہ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔

(2)... یہ حکم مومنہ اور کتابیہ دونوں عورتوں کو عام ہے، لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مومنہ سے نکاح کرنا اَولیٰ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ فی زمانہ تمام اہلِ کتاب حربی ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں بلکہ ممنوع اور گناہ ہے لیکن اگر کر لیا تو نکاح ہو جائے گا اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ واقعی کتابیہ ہو اور اگر نام کی کتابیہ حقیقت میں لا مذہب دَہرِیَّہ ہے تو اس سے نکاح اصلًا نہ ہو گا۔

﴿فَمَتِّعُوْهُنَّ: تو انہیں فائدہ پہنچاؤ۔﴾ فائدہ پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو خَلْوَت سے پہلے طلاق دینے سے شوہر پر نصف مہر واجب ہو گا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو ایک جوڑا دینا واجب ہے جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں۔

﴿وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا: اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑو۔﴾ اچھی طرح چھوڑنا یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں اور ان کو کوئی ضَرر نہ دیا جائے اور انہیں روکا نہ جائے کیونکہ ان پر عدّت نہیں ہے۔

63

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گھروں میں جانے سے متعلق آداب۔ دلوں کو پاکیزہ رکھنے کا ایک اہتمام۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اذیت دینا اور ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُن سے نکاح حرام ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ٘ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ ہو جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھالو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (الاحزاب:۵۳)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے دو روایات درج ذیل ہیں:

(1)...جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو لوگ جماعت کی صورت میں آتے اور کھانے سے فارغ ہو کر چلے جاتے تھے۔ آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ مکان تنگ تھا تو اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج واقع ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے۔ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اٹھے اور ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے حجروں میں تشریف لے گئے اور جب دورہ فرما کر تشریف لائے تو اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پھر واپس ہو گئے تو یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے، تب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازے پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(2)... مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے، پھر وہ آپ کے حجروں میں داخل ہو جاتے اور کھانا ملنے تک وہیں بیٹھے رہتے، پھر کھانا کھانے کے بعد بھی وہاں سے نکلتے نہ تھے اور اس سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت ہوتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھروں میں یونہی حاضر نہ ہو جاؤ بلکہ جب اجازت ملے جیسے

کھانے کیلئے بلایا جائے تو حاضر ہوا کرو اور یوں بھی نہ ہو کہ خود ہی میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو، ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت ان کی بارگاہ میں حاضری کے احکام اور آداب کی مکمل رعایت کرتے ہوئے ان کے مقدس گھر میں داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتوں سے دل بہلاتے رہو کیونکہ تمہارا یہ عمل اہلِ خانہ کی تکلیف اور ان کے حرج کا باعث ہے۔ بیشک تمہارا یہ عمل گھر کی تنگی وغیرہ کی وجہ سے میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دیتا تھا لیکن وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور تم سے چلے جانے کے لئے نہیں فرماتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا۔

(روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۷/۲۱۳-۲۱۴، جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ص۳۵۶-۳۵۷، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ص۹۴۸-۹۴۹، ملتقطاً)

آیت ”لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب خود بیان فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو مقام حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو حاصل ہے وہ مخلوق میں سے کسی اور کو حاصل نہیں۔

(2)... آیت کے اس حصے ”اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ“ سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔

یاد رہے کہ یہ آیت اگرچہ خاص نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔

(3)... کوئی شخص دعوت کے بغیر کسی کے یہاں کھانا کھانے نہ جائے۔

(4)... مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے ہاں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے تاکہ اس کے لئے حرج اور تکلیف کا سبب نہ ہو۔

حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شانِ کرم اور کمالِ حیا:

اس آیت کے شانِ نزول سے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کمالِ حیا، شانِ کرم اور حسنِ اَخلاق کے بارے میں معلوم ہوا کہ ضرورت کے باوجود صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے یہ نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جائیے بلکہ آپ نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہ حسنِ آداب کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا ہے۔

﴿وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو۔﴾ آیت کے شانِ نزول سے متعلق دو روایات اوپر ذکر ہوئیں، یہاں مزید دو روایات ملاحظہ ہوں،

(1)... حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: نبی کریم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رات کے وقت قضاءِ حاجت کے لئے مناصع کی طرف نکلا کرتی تھیں اور وہ بہت کشادہ ٹیلا ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کئی بار حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے عرض کی تھی کہ ازواجِ مطہرات سے

پردہ کروائیے لیکن آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زوجہ مُطَہَّرہ حضرت سودہ بنتِ زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جن کا قد اونچا تھا، عشاء کے وقت باہر نکلیں تو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (اچانک انہیں دیکھ لیا اور) آواز دی: اے حضرت سودہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ (یہ بات کہنے سے آپ کا) مقصد یہ تھا کہ پردے کا حکم دیدیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب نازل فرمادی۔

(بخاری، کتاب الوضوء، باب خروج النساء الی البراز، ۱/۷۵، الحدیث: ۱۴۶)

(2)... حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ کی بارگاہ میں نیک اور فاجر دونوں طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ اُمَّہاتُ المومنین کو پردے کا حکم فرمادیں (تو بہت بہتر ہوگا)، تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمادی۔

(بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب قولہ: لاتدخلوا بیوت النبی الّا ان یؤذن لکم... الخ، ۳/۳۰۴، الحدیث: ۴۷۹۰)

آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم میرے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا، باتیں کرنے کے لئے وہاں بیٹھے نہ رہنا اور پردے کے پیچھے سے مانگنا تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں وسوسوں اور بیہودہ خیالات سے امن رہتا ہے۔

(ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۴/۳۳۰، جمل مع جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۶/۱۹۴-۱۹۵، ملخصاً)

اجنبی مرد اور عورت کو پردے کا حکم:

اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ امت کی مائیں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی شخص اپنے دل میں بُرا خیال لانے کا تَصَوُّر تک نہیں کر سکتا، اس کے باوجود مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگو تاکہ کسی کے دل میں کوئی شیطانی خیال پیدا نہ ہو۔ جب امت کی ماؤں کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ عام عورتوں کو پردہ کرنے اور اجنبی مردوں کو ان سے پردہ کرنے کی حاجت زیادہ ہے کیونکہ لوگوں کی نظر میں ان کی وہ حیثیت اور مقام نہیں جو ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا ہے، اس لئے یہاں دل میں شیطانی وسوسے آنے اور بیہودہ خیالات پیدا ہونے کا امکان زیادہ ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں اجنبی عورت اور مرد میں پردہ ختم کرنے اور ان کے درمیان قربتیں بڑھانے کے مختلف طریقے اور انداز اختیار کئے جا رہے ہیں اور دُنْیَوی معاملات کے ہر میدان میں عورت اور مرد ایک دوسرے کے شانہ بشانہ اور قدم بقدم چلتے نظر آرہے ہیں جبکہ پردے کے حق میں بولنے والوں کو پرانی سوچ کا حامل اور بدلتے وقت کے تقاضوں کے مطابق نہ چلنے والا کہہ کر صَرفِ نظر کیا جا رہا ہے، ایسے طور طریقے اختیار کرنے والے لوگ خود ہی غور کر لیں کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حکم کے مطابق ہے یا وہ اس کے برخلاف چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سچی ہدایت اور اسلامی احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی نیک، پارسا اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، یہی اس کے حال کے زیادہ مناسب ہے اور اسی میں اس کے نفس اور عصمت کی زیادہ حفاظت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہو تو ان دونوں کے ساتھ شیطان

ہوتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، ۴/۶۷، الحدیث: ۲۱۷۲) اس کا مطلب ہے کہ شیطان دونوں کے جذبات ابھارتا رہتا ہے تاکہ وہ برائی میں مبتلا ہو جائیں۔

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو۔﴾ ایمان والوں کو بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم دینے کے بعد تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دو اور کوئی کام ایسا کرو جو آپ کے مُقَدّس قلب پر گراں ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے وصالِ ظاہری کے بعد کبھی ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات سے نکاح کرو کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عَقد فرمایا وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی اسی طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔

(تفسیر کبیر، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۹/۱۸۰، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۴/۳۳۰، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۶/۱۹۵، ملتقطاً)

﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا: بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔﴾ یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا دینا اور ان کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے نکاح کرنا اللہ تعالٰی کے نزدیک بڑا سخت گناہ ہے۔ اس میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بہت بڑی عظمت عطا فرمائی اور آپ کی حرمت ہر حال میں واجب کی ہے۔

(جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۶/۱۹۵، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۳، ۳/۵۰۹، ملتقطاً)

64

اللہ تعالٰی اور فرشتوں کا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود اور مسلمانوں کو درود و سلام کا حکم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب: ۵۶)

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔﴾ یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی صریح نعت ہے، جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالٰی اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں اور اے مسلمانو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو یعنی رحمت و سلامتی کی دعائیں کرو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ اَشعار کی صورت میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کیا ہے، انہی کے الفاظ میں ہم بھی عرض کرتے ہیں:

کعبہ کے بدرُ الدُّجیٰ تم پہ کروڑوں درود		طیبہ کے شمس الضُّحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود		دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اور

مصطفٰی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام		شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ اِرم تاجدارِ حرم		نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود		نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صلوٰۃ کا معنی:

صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے، جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت فرمانا ہے اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد اِستغفار کرنا ہے اور جب اس کی نسبت عام مومنین کی طرف کی جائے تو اس سے مراد دعا کرنا ہے۔

(تفسیرات احمدیہ، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۶، ص ۶۳۴)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (یہاں آیت میں) اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے سے مراد ایسی رحمت فرمانا ہے جو تعظیم کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور فرشتوں کے درود بھیجنے سے مراد ان کا ایسی دعا کرنا ہے جو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان کے لائق ہو۔

(صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵/۱۶۵۴)

آیتِ درود اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان:

یہ آیتِ مبارکہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی انتہائی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے، یہاں اس سے متعلق بزرگانِ دین کے 3 اِرشادات ملاحظہ ہوں:

(1)…حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: درود شریف کی آیت مدنی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ قدر و مَنزلت بتا رہا ہے جو مَلاءِ اعلیٰ (عالَمِ بالا یعنی فرشتوں) میں اس کے حضور ہے کہ وہ مُقرّب فرشتوں میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ثنا بیان فرماتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر صلاۃ بھیجتے ہیں، پھر عالَمِ سِفلی کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ و سلام بھیجیں تاکہ نیچے والی اور اوپر والی ساری مخلوق کی ثنا آپ پر جمع ہو جائے۔

مزید فرماتے ہیں: آیت میں صیغہ "یُصَلُّوْنَ" لایا گیا ہے جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمارے نبی پر ہمیشہ ہمیشہ درود بھیجتے ہیں حالانکہ اَوّلین و آخرین کی انتہائی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت ہی انہیں حاصل ہو جائے تو زہے نصیب اور ان کی قسمت یہ کہاں! بلکہ اگر عقلمند سے پوچھا جائے کہ ساری مخلوق کی نیکیاں تیرے نامۂ اعمال میں ہوں، تجھے یہ پسند ہے یا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت تجھ پر نازل ہو جائے؟ تو وہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت کو پسند کرے گا۔ اِس بات سے اُس ذات کے مقام کے بارے میں اندازہ لگالو جن پر ہمارا رب اور اس کے تمام ملائکہ ہمیشہ ہمیشہ درود بھیجتے ہیں۔ (القول البدیع، نبذۃ یسیرۃ من فوائد قولہ تعالی: انّ اللہ وملائکتہ یصلّون علی النبی...الخ، ص ۸۵-۸۶)

(2)…امام سہل بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ" کے ساتھ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو جو شرف بخشا وہ اس شرف سے زیادہ بڑا ہے جو فرشتوں کو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بخشا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے ساتھ سجدے میں شریک ہونا ممکن ہی نہیں جبکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خبر دی ہے اور پھر فرشتوں کے متعلق خبر دی ہے، پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شرف حاصل ہو وہ اس شرف سے بڑھ کر ہے جو صرف فرشتوں سے حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ اس شرف کو عطا فرمانے میں شریک نہ ہو۔

(القول البدیع، نبذۃ یسیرۃ من فوائد قولہ تعالی: انّ اللہ وملائکتہ یصلّون علی النبی...الخ، ص۸۶-۸۷)

(3)...علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ میں اس بات پر بہت بڑی دلیل ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رحمتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہیں اور علی الاطلاق ساری مخلوق سے افضل ہیں۔(صاوی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵/۱۶۵۴)

درود پاک کے 4 فضائل:

اَحادیث میں درود شریف پڑھنے کی بکثرت ترغیب دلائی گئی اور بیسیوں مقامات پر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ترغیب کے لئے یہاں 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)...حضرت ابو طلحہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک دن حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور بشاشت چہرۂ اقدس میں نمایاں تھی، ارشاد فرمایا: ’’میرے پاس حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور کہا: ’’آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں جو کوئی آپ پر درود بھیجے، میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا اور آپ کی اُمت میں جو کوئی آپ پر سلام بھیجے، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔

(سنن نسائی، کتاب السھو، باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۲۲، الحدیث: ۱۲۹۲)

(2) ...حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن مجھ سے سب لوگوں میں زیادہ قریب وہ ہو گا، جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہے۔

(ترمذی، کتاب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۲۷، الحدیث: ۴۸۴)

(3)...حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کے 80 برس کے گناہ مٹا دے گا۔(درمختار و رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل فی بیان تألیف الصلاۃ الی انتھائھا، ۲/۲۸۴)

(4)...حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک بار درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنھما، ۲/۶۱۴، الحدیث: ۶۷۶۶)

درود پاک کی 44 برکتیں:

درودِ پاک پڑھنا عظیم ترین سعادتوں اور بے شمار برکتوں کے حامل اور افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے، بزرگانِ دین نے درود شریف کی برکتوں کو بکثرت بیان کیا ہے اور مختلف کتابوں میں ان برکتوں کو جمع کر کے بیان کیا گیا ہے، یہاں ان میں سے 44 برکتیں پڑھ کر اپنے دلوں کو منور کریں اور درودِ پاک کی عادت بنا کر ان برکتوں کو حاصل کریں:

(1)جو خوش نصیب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خود دُرود بھیجتے ہیں۔(2)درود شریف خطاؤں کا کفارہ بن جاتا ہے۔(3)درود شریف سے اعمال پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔(4)درود شریف سے درجات بلند ہوتے ہیں ۔(5)گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔(6)درود بھیجنے والے کے لئے درود خود اِستغفار کرتا ہے۔(7)اس کے نامۂ اعمال میں اجر کا ایک قیراط لکھا جاتا ہے جو اُحد پہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔(8)درود پڑھنے والے کو اجر کا پورا پورا پیمانہ ملے گا۔(9)درود شریف اس شخص کے لئے دنیا و آخرت کے تمام اُمور کیلئے کافی ہو جائے گا جو اپنے وظائف کا تمام وقت درود پاک پڑھنے میں بسر کرتا ہو۔(10)مَصائب سے نجات مل جاتی ہے۔(11)اس کے درود پاک کی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ گواہی دیں گے۔(12)اس کے لئے شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔(13)درود شریف سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔(14) اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے امن ملتا ہے۔(15)عرش کے سایہ کے نیچے جگہ ملے گی۔(16)میزان میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا۔(17)حوضِ کوثر پر حاضری کا موقع مُیَسّر آئے گا۔(18)قیامت کی پیاس سے محفوظ ہو جائے گا۔(19)جہنم کی آگ سے چھٹکارا پائے گا۔(20) پل صراط پر چلنا آسان ہو گا۔(21)مرنے سے پہلے جنت کی منزل دیکھ لے گا۔(22)جنت میں کثیر بیویاں ملیں گی۔(23)درود شریف پڑھنے والے کو بیس غزوات سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔(24)درود شریف تنگدست کے حق میں صدقہ کے قائم مقام ہو گا۔(25)یہ سراپا پاکیزگی و طہارت ہے۔ (26)درود کے وِرد سے مال میں برکت ہوتی ہے۔(27)اس کی وجہ سے سو بلکہ اس سے بھی زیادہ حاجات پوری ہوتی ہیں۔(28)یہ ایک عبادت ہے۔ (29)درود شریف اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال میں سے ہے۔(30)درود شریف مجالس کی زینت ہے۔(31)درود شریف سے غربت و فقر دور ہوتا ہے۔(32)زندگی کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔(33)اس کے ذریعے خیر کے مقام تلاش کئے جاتے ہیں۔(34)درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب ہو گا۔(35)درود شریف سے درود پڑھنے والا خود، اس کے بیٹے پوتے نفع پائیں گے۔ (36)وہ بھی نفع حاصل کرے گا جس کو درود پاک کا ثواب پہنچایا گیا۔(37)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرَّم کا قرب نصیب ہو گا۔(38)یہ درود ایک نور ہے، اس کے ذریعے دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ (39)نفاق اور زنگ سے دل پاک ہو جاتا ہے۔(40)درود شریف پڑھنے والے سے لوگ محبت کرتے ہیں۔(41)خواب میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت ہوتی ہے۔(42)درود شریف پڑھنے والا لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہتا ہے۔(43)درود شریف تمام اَعمال سے زیادہ برکت والا اور افضل عمل ہے۔(44)درود شریف دین و دنیا میں زیادہ نفع بخش ہے اور اس کے علاوہ اس وظیفہ میں اس سمجھدار آدمی کے لئے بہت وسیع ثواب ہے جو اعمال کے ذَخائر کو اکٹھا کرنے پر حریص ہے اور عظیم فضائل، بہترین مناقب، اور کثیر فوائد پر مشتمل عمل کے لئے جو کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بکثرت درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

درود پاک پڑھنے کی حکمتیں:

اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے درود شریف پڑھنا ایک عظیم عبادت ہے، اس کے ساتھ ساتھ بزرگوں نے درود شریف پڑھنے کی حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے بعد جملہ مخلوقات میں سب سے زیادہ کریم، رحیم، شفیق، عظیم اور سخی ہیں اور حبیبِ خدا، تاجدارِ اَنبیاء، سَرورِ ہر دو سرا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مومنوں پر سب سے زیادہ احسانات ہیں، اس لئے محسنِ اعظم کے احسان کے شکریہ میں ہم پر درود پڑھنا مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود

پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حق کو ادا کرنا ہے۔ بعض بزرگوں نے مزید فرمایا کہ ہمارا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنا ہماری طرف سے آپ کے درجات کی بلندی کی سفارش نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم جیسے ناقص بندے آپ جیسے کامل و اکمل کی شفاعت نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا بدلہ چکانے کا حکم فرمایا جس نے ہم پر احسان و انعام کیا اور اگر ہم احسان چکانے سے عاجز ہوں تو محسن کے لئے دعا کریں، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہم آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسان کا بدلہ دینے سے عاجز ہیں تو اس نے درود پڑھنے کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی تاکہ ہمارے درود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے احسان کا بدلہ بن جائیں کیونکہ آپ کے احسان سے افضل کوئی احسان نہیں۔

ابو محمد مرجانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اے مُخاطَب! نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کا نفع حقیقت میں تیری ہی طرف لوٹتا ہے گویا تو اپنے لئے دعا کر رہا ہے۔

ابن عربی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود بھیجنے کا فائدہ درود بھیجنے والے کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ اس کا درود پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کا عقیدہ صاف ہے اور اس کی نیت خالص ہے اور اس کے دل میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی پر مدد حاصل ہے اور اس کے اور اس کے آقا و مولیٰ، دو عالَم کے دولہا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان ایک مبارک اور مُقَدّس نسبت موجود ہے۔ (القول البدیع، المقصود بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۸۳، ملخصاً)

درود پاک نہ پڑھنے کی 2 وعیدیں:

اَحادیث میں جہاں درود پڑھنے کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہیں درود پاک نہ پڑھنے کی وعیدیں بھی بیان ہوئی ہیں، یہاں ان میں سے دو اَحادیث درجِ ذیل ہیں،

(1)...حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر دُرود پڑھیں تو (قیامت کے دن) ان کی وہ مجلس ان کے لیے باعثِ ندامت ہو گی، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور چاہے گا تو ان کو معاف فرما دے گا۔

(سنن ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ، ۵/۲۴۷، الحدیث: ۳۳۹۱)

(2)...حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا وہ بد بخت ہے۔ (معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ: علی، ۳/۶۲، الحدیث: ۳۸۷۱)

درود پاک سے متعلق 6 شرعی اَحکام:

آیت کی مناسبت سے درود پاک سے متعلق 6 اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)...کسی مجلس میں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر کیا جائے تو ذکر کرنے اور سننے والے کا ایک مرتبہ درود و سلام پڑھنا واجب ہے اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔

(2) ... حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے تابع کرکے آپ کی آل واَصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا ہے جبکہ مستقل طور پر حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔

(3)... درود شریف میں آل واَصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا ذکر شروع سے چلتا آرہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر درود مقبول نہیں یعنی درود شریف میں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت کو بھی شامل کیا جائے۔

(4) ... درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت وتکریم ہے۔ علماء نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یاربّ! محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند کرکے، ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کرکے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کرکے اور اَوّلین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور اَنبیاء و مُرسَلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ملائکہ اور تمام مخلوق پر ان کی شان بلند کرکے۔

(مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۶، ص۹۵۰، تفسیرات احمدیہ، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۵۶، ص۶۳۵، ملتقطاً)

(5)... خطبے میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، باب الجمعۃ، ۳۶۵/۸)

(6)... اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درود وسلام پڑھنے کے لئے کسی وقت اور خاص حالت مثلاً کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں لگائی چنانچہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر، جہاں چاہے، جس طرح چاہے، نماز سے قبل یا بعد، یونہی اذان سے پہلے یا بعد جب چاہے درودِ پاک پڑھنا جائز ہے۔

سب سے افضل درود اور درود پاک پڑھنے کے آداب:

یہاں سب سے افضل درود اور درود پاک پڑھنے کے چند آداب ملاحظہ ہوں،

(1)... سب دُرودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے یعنی درودِ ابراہیمی۔

(2)... درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے البتہ جہاں نجاست پڑی ہو وہاں پڑھنے سے رک جائے۔

(3)... بہتر یہ ہے ایک وقت مُعَیَّن کرکے ایک تعداد مقرر کرلے اور روزانہ وضو کرکے، دوزانو بیٹھ کر، ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے مقرر کردہ تعداد کے مطابق درود عرض کیا کرے اور اس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو، ہاں اس سے زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے۔

(4)... اس کے علاوہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں دُرود جاری رکھے۔

(5) ... بہتر یہ ہے کہ ایک خاص صیغہ کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے درود عرض کرتا رہے تاکہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، باب صفۃ الصلاۃ، ۱۸۳/۶، ملخصاً)

حاجتیں پوری ہونے کا ایک مفید وظیفہ:

علامہ احمد سخاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّمَ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے:

”اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّؕ-يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا		ترجمہ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا“		ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

پھر کہے: ”صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ“ یہاں تک کہ ستّر مرتبہ یہی کہتا چلا جائے تو فرشتہ اسے پکارتا ہے: ”صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ“ اے فلاں! تیری کوئی حاجت پوری ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ (القول البدیع، نبذۃ یسیرۃ من فوائد قولہ تعالیٰ: انّ اللہ وملائکتہ یصلّون علی النبی... الخ، ص۸۷)

طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رُسل کے امام		نوشۂ ملکِ خدا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں سلام		تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم		بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم		تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم		تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود
شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم		درد کو کر دو دوا تم پہ کروڑوں درود

نوٹ: درود پاک کے فضائل، فوائد، آداب اور اس سے متعلق دیگر چیزوں کی معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم (مفتی قاسم عطاری دامت برکاتھم العالیہ) کی کتاب ”رحمتوں کی برسات“ کا مطالعہ فرمائیں۔

65

مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے طرزِ عمل سے بچنے کی نصیحت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْاؕ-وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًاؕ(۶۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے موسیٰ کا اس شے سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے کہا تھا اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔ (الاحزاب: ۶۹)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى: اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا۔﴾ سورت کی ابتداء سے لے کر یہاں تک منافقین کی اَنواع واَقسام کی ایذاؤں کا ذکر تھا اور اب یہاں سے بنی اسرائیل کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تنبیہ کی جا رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کا ادب و احترام بجالاؤ اور کوئی ایسی بات نہ کہنا اور نہ کوئی ایسا کام کرنا جو آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے رنج و ملال کا باعث ہو اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو ستایا تو اللہ

تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کہا تھا۔

(قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۶۹، ۷/۱۸۴، الجزء الرابع عشر، تفسیر طبری، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۶۹، ۱۰/۳۳۶، ملتقطاً)

یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں یاد رہیں:

(1)…یہ ضروری نہیں کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کوئی ایسا کام سرزد ہوا ہو جس سے حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت پہنچی تھی اور اس پر انہیں یہاں آیت میں تنبیہ کی گئی، بلکہ عین ممکن ہے کہ آئندہ ایسے کام سے بچانے کے لئے پیش بندی کے طور پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو۔ اَحادیث میں جو بعض صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا واقعہ منقول ہے اُس کا مَحمل بھی یہی ہے کہ اُس وقت ان کی اِس بات کی طرف توجہ نہ ہوئی ہو گی کہ یہ کلمہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے ایذا کا باعث ہے کیونکہ کسی صحابی سے ایسا ممکن نہیں کہ وہ جان بوجھ کر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ایذا پہنچائیں اور جتنے واقعات جان بوجھ کر ایذا پہنچانے کے ہیں وہ سب منافقین کے ہیں۔

(2)…بنی اسرائیل نے کیا کہہ کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ستایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بری ہونا کس طرح دکھایا تھا، اس سے متعلق مفسرین نے مختلف واقعات ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پا گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا: آپ نے ان کو قتل کیا ہے اور وہ آپ کی بہ نسبت ہم سے زیادہ محبت کرنے والے تھے اور آپ کی بہ نسبت زیادہ نرم مزاج تھے۔ بنی اسرائیل نے ان باتوں سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، وہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جسم مبارک اٹھا کر لائے اور ان کی وفات کی خبر دی۔ تب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قارون نے ایک عورت کو بہت سا مال دے کر اس بات پر تیار کیا کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زنا کی تہمت لگائے تو اللہ تعالیٰ نے اسی عورت کے اقرار سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اس قبیح فعل سے پاک ہونا دکھا دیا۔

(خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۶۹، ۳/۵۱۳، طبری، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۶۹، ۱۰/۳۳۸، ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۶۹، ۴/۳۳۵، ملتقطاً)

﴿وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا: اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔﴾ آیت کے اس حصے میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شان بیان فرمائی گئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی وجاہت والے تھے یعنی بڑے مقام والے تھے اور اِس مقام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات تھے یعنی آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔(خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۶۹، ۳/۵۱۳)

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت:

مفسرین نے وجیہ کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعائیں مقبول تھیں، اسی مناسبت سے یہاں سیّد العالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اس کے مال اور اس کی اولاد کو زیادہ کر دے۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! (اس دعا کی برکت سے) میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد

www.dawateislami.net

سو کے قریب ہے۔(مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ص۱۳۴۷، الحدیث: ۱۴۳(۲۴۸۱))

حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:(اس دعا کے بعد حال یہ تھا کہ) اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے یہ امید ہوتی کہ اس کے نیچے سونا ہو گا۔

حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے حکومت کی دعا مانگی تو انہیں حکومت حاصل ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات ہونے کی دعا کی تو وہ جس کے خلاف بھی دعا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی۔

حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے دعا کی کہ تمہارا چہرہ کامیاب ہو، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ان کے بالوں اور جسم میں برکت دے، چنانچہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت سَتّر سال کے ہونے کے باوجود پندرہ سال کے معلوم ہوتے تھے۔

(الشفا، القسم الاول، الباب الرابع فی فیما اظہرہ اللہ علی یدیہ من المعجزات، فصل فی اجابة دعاءہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص۳۲۵-۳۲۷، الجزء الاول)

سرِ دست یہاں چند واقعات کا خلاصہ لکھا ہے ورنہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات بڑی کثرت سے ہیں اِس کے لئے علامہ سیوطی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کی کتاب الخصائص الکبریٰ کا مطالعہ فرمائیں۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دعا سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت		بڑھی کس تزک سے دعائے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا		بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا		دلہن بن کے نکلی دُعائے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

66

اللہ سے ڈرنے اور حق بات کہنے کا حکم اور اس پر عمل کا ثمرہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا(۷۰) یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا(۷۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔(الاحزاب: ۷۰-۷۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے، سچی اور

حق بات کہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچی، درست، حق اور انصاف کی بات کہا کرو اور اپنی زبان اور اپنے کلام کی حفاظت رکھو، یہ سب بھلائیوں کی اصل ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر کرم فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا، تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری کرے اس نے دنیا و آخرت میں بڑی کامیابی پائی۔(مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۷۰-۷۱، ص ۹۵۲، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۷۰-۷۱، ۷/۲۴۷-۲۴۸، ملتقطاً)

زبان کی حفاظت کی اہمیت:

اس سے معلوم ہوا کہ زبان ٹھیک رکھنا، جھوٹ غیبت، چغلی، گالی گلوچ سے اسے بچانا بڑا اہم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بعد زبان سنبھالنے کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ورنہ یہ بھی تقویٰ میں آچکا تھا۔ یاد رہے کہ زبان کی حفاظت تمام بھلائیوں کی اصل ہے، اسی لئے دیگر کاموں کے لئے دو عضو ہیں اور بولنے کے لئے ایک زبان اور وہ بھی ہونٹوں کے پھاٹک میں بند اور 32 دانتوں کے پہرے میں قید ہے تاکہ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ زبان کو بے قید نہ رکھا جائے۔ زبان کے بارے میں حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اَعضاء صبح کے وقت زبان سے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔(ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۳، الحدیث: ۲۴۱۵)

اور امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: وہی شخص زبان کے شر سے نجات پاتا ہے جو اسے شریعت کی لگام کے ذریعے قابو کرتا ہے اور اسے اسی بات کے لیے استعمال کرتا ہے جو اسے دنیا اور آخرت میں نفع دے۔ انسان کے اعضا میں سے زبان سب سے زیادہ نافرمان ہے کیونکہ اسے حرکت دینے اور بولنے میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کی آفات اور گمراہیوں سے بچنے میں لوگ سستی کرتے ہیں، اسی طرح اس کے جالوں اور رسیوں سے بھی نہیں بچتے حالانکہ انسان کو گمراہ کرنے میں زبان شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔(احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، ۳/۱۳۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کی حفاظت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سورۃ محمد

67

دینِ الٰہی کے مدد گاروں کو بشارت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔(سورہ محمد: ۷)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح وکامرانی نصیب فرمائے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں اور دینِ اسلام اور پلِ صراط پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

(خازن، محمد، تحت الاٰیۃ: ۷، ۴/۱۳۵، مدارک، محمد، تحت الاٰیۃ: ۷، ص ۱۱۳۴، ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کی 7 صورتیں:

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے 7 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1)...اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کیلئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔

(2)...دین کے دلائل کو واضح کرنا، ان پر ہونے والے شبہات کو زائل کرنا، دین کے احکام، فرائض، سُنَن، حلال اور حرام کی شرح بیان کرنا۔

(3)...نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

(4)...دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کوشش اور جدوجہد کرنا۔

(5)...وہ قابل اور مستند علماء جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی ترویج واشاعت کے لئے وقف کی ہوئی ہیں، ان کے نیک مقاصد میں ان کا ساتھ دینا۔

(6)...نیک اور جائز کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا۔

(7)...علماء اور مبلغین کی مالی خیر خواہی کرکے انہیں دین کی خدمت کے لئے فارغ البال بنانا۔

نوٹ: ان سات صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں داخل ہیں۔

بندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں:

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے، اسے نہ بندوں کی مدد کی حاجت ہے اور نہ ہی وہ اپنے دین کی ترویج واشاعت اور اسے غالب کرنے میں بندوں کی مدد کا محتاج ہے، یہاں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کا فرمایا گیا یہ در اصل ان کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے کہ اس صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔ یہاں اسی حوالے سے مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)...اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کی جائے اس میں کوئی دنیاوی مقصد پیشِ نظر نہ ہو۔

(2)...اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں، کیونکہ جب بندوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز رب تعالیٰ نے بندوں کو اپنے دین کی مدد کرنے کا فرمایا ہے تو عام بندے کا کسی سے مدد طلب کرنا کیوں شرک ہوگا؟

www.dawateislami.net

اطاعتِ رسول کا حکم اور اعمال باطل کرنے کی ممانعت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ (سورۂ محمد: ۳۳)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ: اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو۔﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرتے رہیں، چنانچہ اس آیت میں پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لائے ہو اور ان کی اطاعت کرتے ہو اس ایمان اور اطاعت پر قائم رہو، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ریاکاری یا منافقت کرکے اپنے اعمال باطل نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو ریاکاری اور نفاق سے خالی ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔

عمل کو باطل کرنا منع ہے:

اس آیت میں عمل کو باطل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، لہٰذا آدمی جو عمل شروع کرے خواہ وہ نفلی نماز یا روزہ یا کوئی اور ہی عمل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کو باطل نہ کرے بلکہ اسے پورا کرے۔

نیک اعمال کو برباد کر دینے والے اعمال:

یہاں آیت کی مناسبت سے ہم 6 ایسے اعمال ذکر کرتے ہیں جو نیک اعمال کو باطل اور برباد کر دیتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بچیں اور اپنے اعمال کو برباد ہونے سے بچائیں:

(1)...**کفر و شرک:** چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اعراف: ۱۴۷)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو ان کے تمام اعمال برباد ہوئے، انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ		ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟ وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کررہے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے

اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا (کھف:۱۰۳-۱۰۶)		رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔

(2)...**مرتد ہونا:** چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِۚ-وَ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ:۲۱۷)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ٘-وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (مائدہ:۵)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہوجائے تو اس کا ہر عمل برباد ہوگیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

(3)...**منافقت:** چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَیْنَاۚ-وَ لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًاۙ(۱۸) اَشِحَّةً عَلَیْكُمْۚۖ-فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِۚ-فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِؕ-اُولٰٓىٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْؕ-وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا (احزاب:۱۸،۱۹)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں کے ساتھ تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

(4)...**نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا:** چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (حجرات:۲)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(5)...**صدقہ دے کر احسان جتانا اور تکلیف پہنچانا:** چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى (بقرہ:۲۶۴)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کردو۔

(6)...نیک اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرنا: چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیْهَا وَ هُمْ فِیْهَا لَا یُبْخَسُوْنَ(۱۵) اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ﳲ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ھود: ۱۵، ۱۶)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: جو دنیا کی زندگی اوراس کی زینت چاہتا ہو توہم دنیا میں انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے اورانہیں دنیا میں کچھ کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب برباد ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو نیک اعمال کی بربادی کا سبب بنتے ہیں، اٰمین۔

سورۃ الحجرات

69

آدابِ بارگاہِ نبوی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آگے بڑھنے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ(۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ (الحجرات: ۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاً ان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ آگے بڑھنا رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ادب و احترام کے خلاف ہے جبکہ بارگاہِ رسالت میں نیاز مندی اور آداب کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور تم اپنے تمام اَقوال و اَفعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف روایات ہیں، ان میں سے دو روایات درج ذیل ہیں:

(1)...چند لوگوں نے عیدُ الاضحی کے دِن سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔

(2)...حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو۔

(خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۱۶۳-۱۶۴، جلالین، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ص۴۲۶، مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ص۱۱۴۹-۱۱۵۰، ملتقطاً)

www.dawateislami.net

مفتی احمد یار خان نعیمی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اس آیت کا) شانِ نزول کچھ بھی ہو مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں، کسی کام میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے آگے ہونا منع ہے، اگر حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے ہمراہ راستہ میں جارہے ہوں تو آگے آگے چلنا منع ہے مگر خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت سے اجازت لے کر (چلنا منع نہیں)، اگر ساتھ کھانا ہو تو پہلے شروع کر دینا ناجائز، اسی طرح اپنی عقل اور اپنی رائے کو حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی رائے سے مقدم کرنا حرام ہے۔ (شان حبیب الرحمٰن، ص ۲۲۴)

آیت ”لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ“ سے متعلق 5 باتیں:

یہاں اس آیت سے متعلق 5 باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)...اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

(2)...اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ وہ نہ زمانہ میں ہے نہ کسی مکان میں اور آگے ہونا یا زمانہ میں ہوتا ہے یا جگہ میں، معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی دراصل اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ (شان حبیب الرحمٰن، ص ۲۲۴-۲۲۵، ملخصًا)

(3)... حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خادم کی حیثیت سے یا کسی ضرورت کی بنا پر آپ سے اجازت لے کر آگے بڑھنا اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اَحادیث میں جو بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے آگے آگے چلنا مذکور ہے وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ ان کا چلنا خادم کی حیثیت سے تھا، یونہی حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا امامت کروانا بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ آپ کا یہ عمل حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت سے تھا۔

(4)...علامہ اسماعیل حقی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: علماءِ کرام چونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں اس لئے ان سے آگے بڑھنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجھے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ”اے ابو درداء! کیا تم اس کے آگے چلتے ہو جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔ (روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱، ۹/۶۲)

یاد رہے کہ یہ ادب ان علماءِ کرام کے لئے ہے جو اہلِ حق اور باعمل ہیں کیونکہ یہی علماء درحقیقت انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں جبکہ بد مذہبوں کے علماء اور بے عمل عالِم اس ادب کے مستحق نہیں ہیں۔

(5)... بعض ادب والے لوگ بزرگوں یا قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرتے، ان کے اس عمل کا ماخذ یہ آیت ہے۔

70

بارگاہِ رسالت میں آواز بلند کرنے کی ممانعت اور اس پر وعید

www.dawateislami.net

يٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔(الحجرات: ۲)

﴿**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔**﴾ اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دو عظیم آداب سکھائے ہیں، **پہلا ادب یہ ہے** کہ اے ایمان والو! جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آواز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پست آواز سے کرو۔ **دوسرا ادب یہ ہے** کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب و تعظیم اور توصیف و تکریم کے کلمات اور عظمت والے اَلقاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، یا نَبِیَّ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہو گی۔(قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۲، ۸/۲۲۰، الجزء السادس عشر)

مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات ذکر کی ہیں، ان میں سے چند روایت درج ذیل ہیں:

(1)...حضرت ابن اَبی مُلیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: دو بہترین حضرات ہلاک ہونے کے قریب جا پہنچے تھے، ہُوا یوں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت اپنی آوازیں اونچی کر دی تھیں جب بنو تمیم کے سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، اُن میں سے ایک صاحب نے بنی مجاشع کے بھائی اقرع بن حابس کی طرف اشارہ کیا (کہ انہیں ان کی قوم کا حاکم بنا دیا جائے) اور دوسرے نے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ (یہ کہہ کر) میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں تو آپ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتا۔ یہ گفتگو کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ**۔۔۔الآیہ''۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب لاترفعوا اصواتکم...الخ، ۳/۳۳۱، الحدیث: ۴۸۴۵)

صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے، حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے یہی واقعہ مروی ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ ہے کہ ''اس گفتگو کے دوران ان کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اس معاملے میں یہ آیت نازل ہوئی: ''**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا**'' یہاں تک کہ آیت (''**وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ**'' تک) پوری ہوگئی۔(بخاری، کتاب التفسیر، باب انّ الذین یُنادونک...الخ، ۳/۳۳۲، الحدیث: ۴۸۴۷) اس صورت میں اس شانِ نزول کا تعلق آیت نمبر 1 اور 2 دونوں سے ہے۔

(2)...دوسرا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان (اس معاملے میں)ان کی پیروی کریں ،اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا (تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں)۔ (قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۲، ۸/۲۲۰، الجزء السادس عشر)

(3)... تیسرا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ اونچا سنا کرتے تھے، اُن کی آواز بھی اُونچی تھی اور بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی اور بعض اوقات اس سے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اَذِیَّت ہوتی تھی۔(مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۲، ص۱۱۵۰)

حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بلند آواز سے بات کرنا اگرچہ اونچا سننے کی معذوری کی بنا پر تھا لیکن معذوری اونچا سننا تھا نہ کہ اونچا بولنا کیونکہ اونچا سننے والے کیلئے اونچا بولنا تو ضروری نہیں اور اونچا سننے والے کو سمجھایا جائے کہ بھائی، تمہیں اونچا سنتا ہے، دوسروں کو نہیں لہٰذا تم اپنی آواز پَست رکھو تو اس کہنے میں حرج نہیں بلکہ یہ عین درست اور قابلِ عمل بات ہے اور تیسرے شانِ نزول کے اعتبار سے یہی تفہیم کی گئی ہے۔

نوٹ: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اور بھی روایات ہیں، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مختلف اسباب پیدا ہوئے ہوں اور بعد میں ایک ہی مرتبہ یہ آیت نازل ہو گئی ہو، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ آیت کا نزول مختلف اَسباب کی وجہ سے ہوا ہو جو آیت نازل ہونے سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے اور جب ان (روایات جن میں یہ) اَسباب (بیان ہوئے) کی اسناد صحیح ہیں اور ان میں تطبیق واضح ہے تو پھر ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔(فتح الباری، کتاب التفسیر، باب لاترفعوا اصواتکم...الخ، ۹/۵۱۰، تحت الحدیث: ۴۸۴۶)

نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہو جس پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو، عین ممکن ہے کہ پیش بندی کے طور پر انہیں یہ آداب تعلیم فرمائے گئے ہوں اور بے ادبی کی سزا سے آگاہ کیا گیا ہو۔

آیت ”لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ“ کے نزول کے بعد صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا حال:

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بہت محتاط ہو گئے اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے گفتگو کے دوران بہت سی احتیاطوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تاکہ آواز زیادہ بلند نہ ہو جائے، نیز اپنے علاوہ دوسروں کو بھی اس ادب کی سختی سے تلقین کرتے تھے ،اسی طرح آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کے روضۂ انور کے پاس (خود بھی آواز بلند نہ کرتے اور) دوسروں کو بھی آواز اونچی کرنے سے منع کرتے تھے، یہاں اسی سے متعلق 6 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ“ نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اللہ تعالیٰ کی قسم! آئندہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کیا کروں گا۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الافعال، فصل فی التفسیر، سورۃ الحجرات، ۱/۲۱۴، الحدیث: ۴۶۰۴، الجزء الثانی)

(2)... حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا حال یہ تھا کہ آپ رسولِ

کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بہت آہستہ آواز سے بات کرتے حتّٰی کہ بعض اوقات حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو بات سمجھنے کے لئے دوبارہ پوچھنا پڑتا کہ کیا کہتے ہو۔(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجرات، ۵/۱۷۷، الحدیث: ۳۲۷۷)

(3)...حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور (اللہ تعالٰی کے خوف کی وجہ سے) کہنے لگے: میں اہلِ نار سے ہوں۔(جب یہ کچھ عرصہ بارگاہِ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو) حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اُن کا حال دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کی: وہ میرے پڑوسی ہیں اور میری معلومات کے مطابق انہیں کوئی بیماری بھی نہیں ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں (اور جب ایسا ہے) تو میں جہنمی ہو گیا۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ صورتِ حال حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''(وہ جہنمی نہیں) بلکہ وہ جنت والوں میں سے ہیں۔''(مسلم، کتاب الایمان، باب مخافۃ المؤمن ان یحبط عملہ، ص۷۳، الحدیث: ۱۸۷(۱۱۹))

نوٹ: صحیح مسلم کی اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے اور تفسیر ابنِ منذر میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی یہی واقعہ مذکور ہے، اس میں حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بجائے حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے، اس کے بارے میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھنا زیادہ درست ہے کیونکہ آپ کا تعلق حضرت ثابت بن قیس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قبیلہ (خزرج) سے ہے اور حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقابلے میں ان کا حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پڑوسی ہونا زیادہ واضح ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعلق دوسرے قبیلے (یعنی اَوس) سے تھا۔

(فتح الباری، کتاب المناقب، باب علامات النّبوۃ فی الاسلام، ۷/۵۱۷، تحت الحدیث: ۳۶۱۳)

نیز اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بنو تمیم کا وفد سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ سن 9ہجری کا واقعہ ہے جبکہ حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تو سن 5ہجری میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد وفات پاگئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وصالِ ظاہری کے بہت بعد کی ہے۔

(4)...حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منبر کے پاس تھا، ایک شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں مسجدِ حرام کو آباد کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے کہا: اللہ تعالٰی کی راہ میں جہاد کرنا تمہاری کہی ہوئی باتوں سے افضل ہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: ''رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے منبر کے پاس اپنی آواز بلند نہ کرو۔(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشّھادۃ فی سبیل اللہ تعالی، ص۱۰۴۴، الحدیث: ۱۱۱(۱۸۷۹))

(5)...ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجدِ نَبوی میں دو شخصوں کی بلند آواز سنی تو آپ (ان کے پاس) تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا تم دونوں جانتے ہو کہ کہاں کھڑے ہو؟ پھر ارشاد فرمایا: تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو؟ دونوں نے عرض کی: ہم طائف کے رہنے والے ہیں: ارشاد

www.dawateislami.net

فرمایا: اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں (یہاں آواز بلند کرنے کی وجہ سے) تمہیں ضرور سزا دیتا (کیونکہ مدینہ منورہ میں رہنے والے دربارِ رسالت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے آداب سے خوب واقف ہیں)۔ (ابن کثیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ۲، ۷/۳۴۳)

(6)...اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ لکھتے ہیں: امیر المومنین عمر رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے روضۂ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے، اور یہی آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ) تلاوت کی۔ (ہوسکتا ہے کہ واقعہ وہی ہو جو اوپر چار نمبر کے تحت بیان ہوا ہے۔) (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۱۶۹)

آیت ”لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ“ میں دیئے گئے حکم پر دیگر بزرگانِ دین کا عمل:

صحابۂ کرام رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ نے تاجدارِ رسالت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بھی اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی آپ کی بارگاہ کا بے حد ادب واحترام کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کے جو آداب انہیں تعلیم فرمائے انہیں دل وجان سے بجالائے، اسی طرح ان کے بعد تشریف لانے والے دیگر بزرگانِ دین رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ نے بھی دربارِ رسالت صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے آداب کا خوب خیال رکھا اور دوسروں کو بھی وہ آداب بجالانے کی تلقین کی، چنانچہ یہاں ان کی سیرت کے اس پہلو سے متعلق 3 واقعات ملاحظہ ہوں:

(1)...ابو جعفر منصور بادشاہ مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے ایک مسئلے کے بارے میں گفتگو کررہا تھا، (اس دوران اس کی آواز کچھ بلند ہوئی تو) امام مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے اس سے فرمایا: اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا:

”لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ“ (حجرات: ۲)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔

اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

”اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ“ (حجرات: ۳)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

”اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ“ (حجرات: ۴)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

بے شک وصال کے بعد بھی حضورِ اقدس صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی ظاہری حیات میں تھی۔ (یہ سن کر) ابو جعفر نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا: اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ رُو ہو کر دعا کروں یا، رسولُ اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے فرمایا: تُو حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے کیوں رُخ پھیرتا ہے حالانکہ حضورِ انور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں تیرے اور تیرے جدِامجد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وسیلہ ہیں ،تو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رُخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔(الشفا، القسم الثانی، الباب الاول، فصل واعلم ان حرمۃ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ص۴۱، الجزء الثانی)

(2)...امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (مسجدِ نبوی میں درس دیا کرتے تھے،جب ان) کے حلقۂ درس میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو ان سے عرض کی گئی: آپ ایک آدمی مقرر کرلیں جو (آپ سے حدیث پاک سن کر) لوگوں کو سنادے۔ امام مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔		"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" (حجرات: ۲)

اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزت و حرمت زندگی اور وفات دونوں میں برابر ہے (اس لئے میں یہاں کسی شخص کو آواز بلند کرنے کے لئے ہرگز مقرر نہیں کرسکتا)۔(الشفا، القسم الثانی، الباب الاول، فصل واعلم ان حرمۃ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ص۴۳، الجزء الثانی)

(3)...حضرت سلیمان بن حرب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت حماد بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے حدیث پاک بیان کی تو ایک شخص کسی چیز کے بارے میں کلام کرنے لگ گیا، اس پر حضرت حماد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ غضبناک ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو۔		"لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" (حجرات: ۲)

اور میں کہہ رہا ہوں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جبکہ تم کلام کر رہے ہو (یعنی آواز اگرچہ میری ہے لیکن کلام تو حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ہے، پھر تم اس کلام کو سنتے ہوئے کیوں گفتگو کر رہے ہو)۔(شعب الایمان، الخامس عشر من شعب الایمان... الخ، ۲/۲۰۶، روایت نمبر: ۱۵۴۲)

آیت "لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ" سے متعلق 3 اہم باتیں

یہاں اس آیت سے متعلق 3 اہم باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)...بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جو ادب و احترام اس آیت میں بیان ہوا، یہ آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ آپ کی وفاتِ ظاہری سے لے کر تا قیامت بھی یہی ادب و احترام باقی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اب بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ جب روضۂ پاک پر حاضری نصیب ہو تو سلام بہت آہستہ کریں اور کچھ دور کھڑے ہوں بلکہ بعض فقہانے تو حکم دیا ہے کہ جب حدیثِ پاک کا درس ہو رہا ہو تو وہاں دوسرے لوگ بلند آواز سے نہ بولیں کہ اگرچہ بولنے والا (یعنی حدیثِ پاک کا درس دینے والا) اور ہے مگر کلام تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہے۔(شانِ حبیب الرحمٰن، ص۲۲۵)

(2)...بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں ایسی آواز بلند کرنا منع ہے جو آپ کی تعظیم و توقیر کے برخلاف ہے اور بے ادبی کے زُمرے میں داخل ہے اور اگر اس سے بے ادبی اور توہین کی نیت ہو تو یہ کفر ہے، لہٰذا جنگ کے دوران یا اَشعار کی صورت میں کفار کی مذمت بیان کرنے کے دوران

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی جو آوازیں بلند ہوئیں وہ اس آیت میں داخل نہیں کیونکہ یہ تعظیم و توقیر کے خلاف نہ تھیں بلکہ بعض مقامات پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اجازت سے تھیں، اسی طرح اذان کے وقت جو آواز بلند ہوئی وہ بھی اس میں داخل نہیں کیونکہ اذان ہوتی ہی بلند آواز سے ہے۔

(3)...علماءِ کرام کی مجالس میں بھی آواز بلند کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔

(قرطبی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۲، ۸/ ۲۲۰، الجزء السادس عشر)

71

خبر قبول کرنے سے پہلے تحقیق کرنے کی تاکید اور اس کی حکمت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۞

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔ (الحجرات: ۶)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔﴾ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس میں کسی کی شکایت ہو تو صرف اس کی بات پر اعتماد نہ کرو بلکہ تحقیق کرلو کہ وہ صحیح ہے یا نہیں کیونکہ جو فسق سے نہیں بچا وہ جھوٹ سے بھی نہ بچے گا تاکہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر ان کی براءت ظاہر ہونے کی صورت میں تمہیں اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بنی مُصطلق سے صدقات وصول کرنے بھیجا، زمانۂ جاہلیت میں اِن کے اور اُن کے درمیان دشمنی تھی، جب حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے علاقے کے قریب پہنچے اور اُن لوگوں کو خبر ہوئی تو اس خیال سے کہ حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بھیجے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لئے ان کا استقبال کرنے آئے، لیکن حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گمان کیا کہ یہ پرانی دشمنی کی وجہ سے مجھے قتل کرنے آرہے ہیں، یہ خیال کرکے حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ واپس ہوگئے اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے (اپنے گمان کے مطابق) عرض کردیا کہ حضور! ان لوگوں نے صدقہ دینے سے منع کردیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہوگئے ہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا، حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ وہ لوگ اذانیں کہتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کردیئے۔ حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ یہ صدقات لے کر خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا، اس پر یہ

آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۴/۱۶۶-۱۶۷، مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ص۱۱۵۲، روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۹/۷۰-۷۱، ملتقطاً)

حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ صحابی ہیں اور صحابہ میں کوئی فاسق نہیں:

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو فاسق نہیں کہا گیا بلکہ ایک اسلامی قانون بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس آیت کی بنا پر انہیں فاسق نہیں کہہ سکتے، جیسا کہ علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ ہے لیکن فاسق سے مراد بطورِ خاص حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہیں ہیں کیونکہ آپ فاسق نہیں بلکہ عظیم صحابی ہیں۔

(صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۵/۱۹۹۰-۱۹۹۱، ملخصاً)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اس آیت کے پیشِ نظر کسی شخص کا) حضرت ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر فاسق کا اطلاق کرنا بڑی خطا ہے کیونکہ انہوں نے وہم اور گمان کیا جس میں خطا کر گئے اور خطا کرنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔(تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ۶، ۱۰/۹۸)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ حضرت ولید بن عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا واقعہ ہی ہو، لیکن یہ نہیں ہے کہ آیت میں بطورِ خاص آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہی فاسق کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (اس واقعے میں یا اس سے پہلے ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جس کی بنا پر انہیں فاسق کہا جا سکے اور) اس واقعے میں بھی انہوں نے بنو مصطلق کی طرف جو بات منسوب کی تھی وہ اپنے گمان کے مطابق صحیح سمجھ کر کی تھی اگرچہ حقیقت میں وہ غلط تھی اور یہ ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر کسی کو فاسق قرار دیا جا سکے۔

معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانے میں اسلام کا کردار:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام ان کاموں سے روکتا ہے جو معاشرتی امن کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور وہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے جن سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بنتا ہے، جیسے مذکورہ بالا آیت میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دور میں پیشِ نظر رکھیں تو ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں لڑائی جھگڑے اور فسادات ہوتے ہی اسی وجہ سے ہیں کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ فوراً غصہ میں آجاتا ہے اور وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں خاندانی طور پر جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ اسی نَوعِیَّت کے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ ساس بہو کا معاملہ ہو یا شوہر و بیوی کا کہ تصدیق نہیں کی جاتی اور لڑائیاں شروع کر دی جاتی ہیں۔

آیت "اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا" سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... ایک شخص اگر عادل ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(2)... حاکم یک طرفہ بیان پر فیصلہ نہ کرے بلکہ فریقین کا بیان سن کر ہی کوئی فیصلہ کرے۔

(3)... غیبت کرنے والے اور چغل خور کی بات ہرگز قبول نہ کی جائے۔

(4)... کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑ سکتا ہے۔

72

چند معاشرتی احکام: مذاق اڑانے، طعنہ زنی کرنے اور برے نام رکھنے کی ممانعت اور تنبیہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۱۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔(الحجرات:۱۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں۔﴾ شانِ نزول: اس آیتِ مبارکہ کے مختلف حصوں کا نزول مختلف واقعات میں ہوا ہے اور آیت کے زیرِ تفسیر حصے کے نزول سے متعلق دو واقعات درج ذیل ہیں:

(1)...حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اونچا سنتے تھے، جب وہ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ انہیں آگے بٹھاتے اور اُن کے لئے جگہ خالی کر دیتے تاکہ وہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب حاضر رہ کر کلام مبارک سن سکیں۔ ایک روز انہیں حاضری میں دیر ہوگئی اور جب مجلس شریف خوب بھر گئی اس وقت آپ تشریف لائے اور قاعدہ یہ تھا کہ جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا وہیں کھڑا رہتا۔ لیکن حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے تو وہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قریب بیٹھنے کے لئے لوگوں کو ہٹاتے ہوئے یہ کہتے چلے کہ ’’جگہ دو جگہ ‘‘یہاں تک کہ حضورِ اَنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ اُن کے اور حضورِ پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے درمیان میں صرف ایک شخص رہ گیا، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ جگہ دو، اس نے کہا: تمہیں جگہ مل گئی ہے اس لئے بیٹھ جاؤ۔ حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ غصّہ میں آکر اس کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب دن خوب روشن ہوا تو حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کا جسم دبا کر کہا: کون؟ اس نے کہا: میں فلاں شخص ہوں۔ حضرت ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس کی ماں کا نام لے کر کہا: فلانی کا لڑکا۔ اس پر اس شخص نے شرم سے سر جھکالیا کیونکہ اس زمانے میں ایسا کلمہ عار دلانے کے لئے کہا جاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(2)...حضرت ضحاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت بنی تمیم کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت سلمان اور حضرت سالم وغیرہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی غُربت دیکھ کر ان کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ ان کے بارے

میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مرد مَردوں سے نہ ہنسیں ،یعنی مال دار غریبوں کا، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا، تندرست اپاہج کا اور آنکھ والے اس کا مذاق نہ اُڑائیں جس کی آنکھ میں عیب ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں۔

(خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۱۶۹)

کسی شخص میں فقر کے آثار دیکھ کر اس کا مذاق نہ اُڑایا جائے:

آیت کے دوسرے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں فقر، محتاجی اور غریبی کے آثار نظر آئیں تو ان کی بنا پر اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ مذاق اڑانے والے کے مقابلے میں دینداری کے لحاظ سے کہیں بہتر ہو۔

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں، ان کے پاس دو پُرانی چادریں ہوتی ہیں اور انہیں کوئی پناہ نہیں دیتا (لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا رتبہ ومقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں (کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا) تو اللہ تعالیٰ (وہ کام کرکے) ان کی قسم کو سچا کردیتا ہے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک رضی اللہ عنہ، ۵/۴۵۹، الحدیث: ۳۸۸۰)

حضرت حارث بن وہب خزاعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ یہ ہر وہ شخص ہے جو کمزور اور (لوگوں کی نگاہوں میں) گرا ہوا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی قسم سچی کردے گا۔ (ترمذی، کتاب صفۃ جہنّم، ۱۳-باب، ۴/۲۷۲، الحدیث: ۲۶۱۴)

﴿وَلَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ: اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔﴾ شانِ نزول: آیتِ مبارکہ کے اس حصے کے نزول سے متعلق دو روایات درج ذیل ہیں:

(1)... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: یہ آیت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے حضرتِ اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو چھوٹے قد کی وجہ سے شرمندہ کیا تھا۔

(2)... حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: آیت کا یہ حصہ اُمُّ المومنین حضرت صفیہ بنت حُیَی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حق میں اس وقت نازل ہوا جب انہیں حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک زوجۂ مُطَہَّرہ نے یہودی کی بیٹی کہا۔ (خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۱۶۹)

اس واقعے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو معلوم ہوا کہ حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں یہودی کی لڑکی کہا ہے، (اس پر انہیں رنج ہوا اور) آپ رونے لگیں، جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں روتا ہوا پایا تو ارشاد فرمایا: ’’تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کی: حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے مجھے یہودی کی لڑکی کہا ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم نبی زادی ہو، تیرے چچا نبی ہیں اور نبی کی بیوی ہو، تو تم پر وہ کیا فخر کرتی ہیں اور حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ’’اے حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، ۵/۴۷۴، الحدیث: ۳۹۲۰)

نوٹ: آیتِ مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اُڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت

بہت زیادہ ہوتی ہے، نیز آیتِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں کسی صورت آپس میں ہنسی مذاق نہیں کر سکتیں بلکہ چند شرائط کے ساتھ ان کا آپس میں ہنسی مذاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (عورتوں کی ایک دوسرے سے) جائز ہنسی جس میں نہ فحش ہو نہ ایذائے مُسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بد لحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع، نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے۔(فتاوی رضویہ، ۲۳/۱۹۴)

مذاق اُڑانے کا شرعی حکم اور اس فعل کی مذمت:

مذاق اُڑانے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات، یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذاء رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کی تحقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔(جہنم کے خطرات، ص۱۷۳)

کثیر اَحادیث میں اس فعل سے ممانعت اور اس کی شدید مذمت اور شناعت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو، نہ اس کا مذاق اڑاؤ، نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کی خلاف ورزی کرو۔

(ترمذی، کتاب البرّ والصّلۃ، باب ما جاء فی المراء، ۳/۴۰۰، الحدیث: ۲۰۰۲)

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا اگرچہ اس کے بدلے میں مجھے بہت مال ملے۔(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/۳۵۳، الحدیث: ۴۸۷۵)

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آؤ آؤ، تو وہ بہت ہی بے چینی اور غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے سامنے آئے گا مگر جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچے گا وہ دروازہ بند ہو جائے گا، پھر ایک دوسرا جنت کا دروازہ کھلے گا اور اس کو پکارا جائے گا: آؤ یہاں آؤ، چنانچہ یہ بے چینی اور رنج و غم میں ڈوبا ہوا اس دروازے کے پاس جائے گا تو وہ دروازہ بند ہو جائے گا، اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ دروازہ کھلے گا اور پکار پڑے گی تو وہ نا امیدی کی وجہ سے نہیں جائے گا۔(اس طرح وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گا)

(موسوعۃ ابن ابی دنیا، الصّمت وأداب اللّسان، باب ما نھی عنہ العباد ان یسخر...الخ، ۷/۱۸۳، الحدیث: ۲۸۷)

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کسی کو ذلیل کرنے کے لیے اور اس کی تحقیر کرنے کے لیے اس کی خامیوں کو ظاہر کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اس کی نقل اتارنا یا اس کو طعنہ مارنا یا عار دلانا یا اس پر ہنسنا یا اس کو بُرے بُرے اَلقاب سے یاد کرنا اور اس کی ہنسی اُڑانا مثلاً آج کل کے بَزَعمِ خود اپنے آپ کو عُرفی شُرفاء کہلانے والے کچھ قوموں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور محض قومیّت کی بنا پر ان کا تَمَسْخُر اور اِستہزاء کرتے اور مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور قسم قسم کے دل آزار اَلقاب سے یاد کرتے رہتے ہیں، کبھی طعنہ زنی کرتے ہیں، کبھی عار دلاتے ہیں، یہ سب حرکتیں حرام و گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔ لہٰذا ان حرکتوں سے توبہ لازم ہے، ورنہ یہ لوگ فاسق ٹھہریں گے۔ اسی طرح سیٹھوں اور مالداروں کی عادت ہے

کہ وہ غریبوں کے ساتھ تمسخر اور اہانت آمیز القاب سے ان کو عار دلاتے اور طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ان کا مذاق اڑایا کرتے ہیں جس سے غریبوں کی دل آزاری ہوتی رہتی ہے، مگر وہ اپنی غُربت اور مُفلسی کی وجہ سے مالداروں کے سامنے دَم نہیں مار سکتے۔ ان مالداروں کو ہوش میں آجانا چاہیے کہ اگر وہ اپنے ان کَرتُوتوں سے توبہ کرکے باز نہ آئے تو یقیناً وہ قہرِ قہّار و غضبِ جبّار میں گرفتار ہو کر جہنم کے سزاوار بنیں گے اور دنیا میں ان غریبوں کے آنسو قہرِ خداوندی کا سیلاب بن کر ان مالداروں کے محلات کو خَس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں گے۔ (جہنم کے خطرات، ص۱۷۵-۱۷۶)

خوش طبعی کرنے کا حکم:

یاد رہے کہ کسی شخص سے ایسا مذاق کرنا حرام ہے جس سے اسے اَذِیَّت پہنچے البتہ ایسا مذاق جو اسے خوش کر دے، جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں، جائز ہے، بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت بھی ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے، اسی لیے علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنتِ مُستحبہ ہے۔

(مراٰۃ المناجیح، ۶/ ۴۹۳-۴۹۴)

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اگر تم اس بات پر قادر ہو کہ جس پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قادر تھے کہ مزاح (یعنی خوش طبعی) کرتے وقت صرف حق بات کہو، کسی کے دل کو اَذِیَّت نہ پہنچاؤ، حد سے نہ بڑھو اور کبھی کبھی مزاح کرو تو تمہارے لئے بھی کوئی حرج نہیں لیکن مزاح کو پیشہ بنالینا بہت بڑی غلطی ہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللّسان، الآفۃ العاشرۃ المزاح، ۳/ ۱۵۹)

مزید فرماتے ہیں: وہ مزاح ممنوع ہے جو حد سے زیادہ کیا جائے اور ہمیشہ اسی میں مصروف رہا جائے اور جہاں تک ہمیشہ مزاح کرنے کا تعلق ہے تو اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ کھیل کود اور غیر سنجیدگی ہے، کھیل اگرچہ (بعض صورتوں میں) جائز ہے لیکن ہمیشہ اسی کام میں لگ جانا مذموم ہے اور حد سے زیادہ مزاح کرنے میں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے، بعض اوقات دل میں بغض پیدا ہو جاتا ہے اور ہیبت و وقار ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا جو مزاح ان اُمور سے خالی ہو وہ قابلِ مذمت نہیں، جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک میں بھی مزاح کرتا ہوں اور میں (خوش طبعی میں) سچی بات ہی کہتا ہوں۔ (معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/ ۲۸۳، الحدیث: ۹۹۵)

لیکن یہ بات تو آپ کے ساتھ خاص تھی کہ مزاح بھی فرماتے اور جھوٹ بھی نہ ہوتا لیکن جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے تو وہ مزاح اسی لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو ہنسائیں خواہ جس طرح بھی ہو، اور (اس کی وعید بیان کرتے ہوئے) نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک شخص کوئی بات کہتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے ہم مجلس لوگوں کو ہنساتا ہے، اس کی وجہ سے ثُریّا ستارے سے بھی زیادہ دور تک جہنم میں گرتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ۳/ ۳۶۶، الحدیث: ۹۲۳۱، احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، الآفۃ العاشرۃ المزاح، ۳/ ۱۵۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں جائز خوش طبعی کرنے اور ناجائز خوش طبعی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوش طبعی:

یہاں موضوع کی مناسبت سے سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوش طبعی کے چار واقعات بھی ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت زید بن اسلم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت اُمِّ ایمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور

عرض کیا: میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ’’کون، وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟‘‘ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ’’کیوں نہیں، بے شک اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا نہیں ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو (آپ نے اس سے وہ سفیدی مراد لی تھی جو آنکھ کے سیاہ حلقے کے اردگرد ہوتی ہے)۔

(سبل الھدیٰ والرشاد، جماع ابواب صفاتہ المعنویۃ، الباب الثانی والعشرون فی مزاحہ...الخ، ۷/۱۱۴)

(2)...حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہم میں گھلے ملے رہتے، حتّٰی کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے: ’’ابو عمیر! چڑیا کا کیا ہوا۔‘‘ (بخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، ۴/۱۳۴، الحدیث: ۶۱۲۹)

(3)...حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سواری مانگی، تو ارشاد فرمایا: ’’ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس نے عرض کی: میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنم دیتی ہے۔ (ترمذی، کتاب البرّ والصّلۃ، باب ما جاء فی المزاح، ۳/۳۹۹، الحدیث: ۱۹۹۹)

(4)...حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک بوڑھی عورت سے فرمایا: ’’جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی۔ انہوں نے (پریشان ہو کر) عرض کی: تو پھر ان کا کیا بنے گا؟ (حالانکہ) وہ عورت قرآن پڑھا کرتی تھی۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ

’’اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا‘‘ (واقعہ: ۳۵، ۳۶)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثانی، ۲/۲۰۰، الحدیث: ۴۸۸۸)

﴿وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ: اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو۔﴾ یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ مومن ایک جان کی طرح ہے جب کسی دوسرے مومن پر عیب لگایا جائے گا تو گویا اپنے پر ہی عیب لگایا جائے گا۔ (روح المعانی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۳/۴۲۴)

طعنہ دینے کی مذمت:

اَحادیث میں طعنہ دینے کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں اس سے متعلق 2 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)...حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’بہت لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع۔ (مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب النّھی عن لعن الدّواب وغیرھا، ص ۱۴۰۰، الحدیث: ۸۵(۲۵۹۸))

(2)...حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔ (ترمذی، کتاب البرّ والصّلۃ، باب ما جاء فی اللّعنۃ، ۳/۳۹۳، الحدیث: ۱۹۸۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں طعنہ دینے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ: اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔﴾ برے نام رکھنے سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال

ہیں، ان میں سے تین قول درج ذیل ہیں:

(1)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ’’ایک دوسرے کے برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی برائی سے توبہ کرلی ہو تو اسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے۔ یہاں آیت میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے۔

حدیثِ پاک میں اس عمل کی وعید بھی بیان کی گئی ہے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے اپنے بھائی کو اس کے کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کا اِرتکاب نہ کرلے۔ (ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ...الخ، ۵۳-باب، ۲۲۶/۴، الحدیث: ۲۵۱۳)

(2)... بعض علماء نے فرمایا: ’’برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، یا گدھا، یا سور کہنا ہے۔

(3)... بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ اَلقاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو (لیکن تعریف کے القاب جو سچے ہوں ممنوع نہیں، جیسے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا لقب عتیق اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا فاروق اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذوالنُّورَین اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ابوتُراب اور حضرت خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سَیْفُ اللہ تھا) اور جو اَلقاب گویا کہ نام بن گئے اور اَلقاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی ممنوع نہیں، جیسے اَعْمَش اور اَعْرَج وغیرہ۔ (خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۷۰/۴)

﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے۔﴾ ارشاد فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے تو اے مسلمانو! کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۷۰/۴)

آیت ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ‘‘ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے:

(1)... مسلمانوں کی کوئی قوم ذلیل نہیں، ہر مومن عزت والا ہے۔

(2)... عظمت کا دارومدار محض نسب پر نہیں تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔

(3)... مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام پھیلی ہوئی ہے۔ نسبی طعنہ کی بیماری عورتوں میں زیادہ ہے، انہیں اس آیت سے سبق لینا چاہیے نہ معلوم بارگاہِ الٰہی میں کون کس سے بہتر ہو۔

73

بدگمانی، عیب تلاش کرنے اور غیبت کرنے کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ

www.dawateislami.net

بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہو گا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔(الحجرات: ۱۲)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ: اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔﴾ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بعض گمان ایسے ہیں جو محض گناہ ہیں لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ گمان کی کثرت سے بچا جائے۔

(ابن کثیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ۷/۳۵۲)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (یہاں آیت میں گمان کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا) کیونکہ گمان ایک دوسرے کو عیب لگانے کا سبب ہے، اس پر قبیح افعال صادر ہونے کا مدار ہے اور اسی سے خفیہ دشمن ظاہر ہوتا ہے اور کہنے والا جب ان اُمور سے یقینی طور پر واقف ہو گا تو وہ اس بات پر بہت کم یقین کرے گا کہ کسی میں عیب ہے تاکہ اسے عیب لگائے، کیونکہ کبھی فعل بظاہر قبیح ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے کرنے والا اسے بھول کر کر رہا ہو یا دیکھنے والا غلطی پر ہو۔(تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ۱۰/۱۱۰)

علامہ عبد اللہ بن عمر بیضاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہاں آیت میں گمان کی کثرت کو مُبْہَم رکھا گیا تاکہ مسلمان ہر گمان کے بارے میں محتاط ہو جائے اور غور و فکر کرے یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس گمان کا تعلق کس صورت سے ہے کیونکہ بعض گمان واجب ہیں، بعض حرام ہیں اور بعض مُباح ہیں۔(بیضاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ۵/۲۱۸، ملخصاً)

گمان کی اَقسام اور ان کا شرعی حکم:

گمان کی کئی اَقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: (1) واجب، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (2) مُستحَب، جیسے صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا۔ (3) ممنوع حرام۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان کرنا اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔ (4) جائز، جیسے فاسقِ مُعْلِن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے۔ یہ اگر مسلمان پر برائی کے ساتھ ہے تو گناہ ہے۔ دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل کو خالی کرنا ضروری ہے۔

(خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۱۷۰-۱۷۱، مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۱۵۵، ملتقطاً)

یہاں بطورِ خاص بدگمانی کے شرعی حکم کی تفصیل ملاحظہ ہو، چنانچہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ،۶/۴۸۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتّی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہِ صحیح پر حمل واجب (ہے)۔

(فتاویٰ رضویہ، ۲۰ /۲۷۸)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو (جیسااس کے بارے میں گمان کیا) تو اب حرام نہیں، مثلاً کسی کو (شراب بنانے کی) بھٹی میں آتے جاتے دیکھ کر اسے شراب خور گمان کیا تو اِس کا قصور نہیں (بلکہ بھٹی میں آنے جانے والے کا قصور ہے کیونکہ) اُس نے موضعِ تہمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اِجتناب نہ کیا۔ (فتاویٰ امجدیہ،۱/۱۲۳)

صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مومنِ صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجودیکہ اس کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔

(خزائن العرفان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ص ۹۵۰)

بدگمانی کی مذمت اور اچھا گمان رکھنے کی ترغیب

دینِ اسلام وہ عظیم دین ہے جس میں انسانوں کے باہمی حقوق اور معاشرتی آداب کو خاص اہمیت دی گئی اور ان چیزوں کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے اسی لئے جو چیز انسانی حقوق کو ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے اور جو چیز معاشرتی آداب کے برخلاف ہے اس سے دینِ اسلام نے منع فرمایا اور اس سے بچنے کا تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے، جیسے ان اَشیاء میں سے ایک چیز "بدگمانی" ہے جو کہ انسانی حقوق کی پامالی کا بہت بڑا سبب اور معاشرتی آداب کے انتہائی برخلاف ہے، اس سے دینِ اسلام میں خاص طور پر منع کیا گیا ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـٴُـوْلًا (بنی اسرائیل: ۳۶)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے رُوگردانی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب تحریم الظّنّ والتّجسّس...الخ، ص۱۳۸۶، الحدیث: ۲۸(۲۵۶۳))

اللہ تعالیٰ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

بدگمانی کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات:

یہاں بدگمانی کے دینی اور دُنْیَوی نقصانات بھی ملاحظہ ہوں تاکہ بدگمانی سے بچنے کی ترغیب ملے، چنانچہ اس کے 4 دینی نقصانات یہ ہیں:

(1)...جس کے بارے میں بدگمانی کی، اگر اُس کے سامنے اِس کا اظہار کر دیا تو اُس کی دل آزاری ہو سکتی ہے اور شرعی اجازت کے بغیر مسلمان کی دل آزاری حرام ہے۔

(2)...اگر اس کی غیر موجودگی میں دوسرے کے سامنے اپنے برے گمان کا اظہار کیا تو یہ غیبت ہو جائے گی اور مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے۔

(3)…بد گمانی کرنے والا محض اپنے گمان پر صبر نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے عیب تلاش کرنے میں لگ جاتا ہے اور کسی مسلمان کے عیبوں کو تلاش کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

(4)…بد گمانی کرنے سے بغض اور حسد جیسے خطرناک اَمراض پیدا ہوتے ہیں۔

اور اس کے دو بڑے دُنیوی نقصانات یہ ہیں:

(1)…بد گمانی کرنے سے دو بھائیوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، ساس اور بہو ایک دوسرے کے خلاف ہو جاتے ہیں، شوہر اور بیوی میں ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو جاتا اور بات بات پر آپس میں لڑائی رہنے لگتی ہے اور آخر کار ان میں طلاق اور جدائی کی نوبت آ جاتی ہے، بھائی اور بہن کے درمیان تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں اور یوں ایک ہنستا بستا گھر اجڑ کر رہ جاتا ہے۔

(2)…دوسروں کے لئے برے خیالات رکھنے والے افراد پر فالج اور دل کی بیماریوں کا خطرہ زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حال ہی میں امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے جاری کردہ ایک تحقیقی رپوٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ وہ افراد جو دوسروں کے لئے مخالفانہ سوچ رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ذہنی دباؤ کا شکار اور غصے میں رہتے ہیں ان میں دل کی بیماریوں اور فالج کا خطرہ 86 فیصد بڑھ جاتا ہے۔

بدگمانی کا علاج:

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کے دل میں بد گمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتّٰی کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تو پھر بھی اس پر حد لگانا جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر کلی کر دی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلا دی ہو اور اس کا اِحتمال ہے تو وہ دل سے بد گمانی کی تصدیق کر کے شیطان کو خوش نہ کرے (اگرچہ مذکورہ صورت میں بد گمانی کا گناہ نہیں ہو گا لیکن بچنے میں پھر بھی بھلائی ہی ہے)۔ (احیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، بیان تحریم الغیبۃ بالقلب، ۳/۱۸۶، ملخصاً)

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا: اور جستجو نہ کرو۔﴾ اس آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی سَتّاری سے چھپایا ہے۔

مسلمانوں کے عیب تلاش کرنے کی ممانعت:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے پوشیدہ عیب تلاش کرنا اور انہیں بیان کرنا ممنوع ہے، یہاں اسی سے متعلق ایک عبرت انگیز حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ’’اے ان لوگوں کے گروہ، جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے (یعنی اسے ظاہر کر دے) گا اور جس کی اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ٹٹول کرے گا (یعنی عیب ظاہر کرے گا) اس کو رسوا کر دے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/۳۵۴، الحدیث: ۴۸۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی غیبت کرنا اور ان کے عیب تلاش کرنا منافق کا شِعار ہے اور عیب تلاش کرنے کا انجام ذلت و رسوائی ہے

کیونکہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کے عیب تلاش کر رہا ہے، یقیناً اس میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہو گا اور ممکن ہے کہ وہ عیب ایسا ہو جس کے ظاہر ہونے سے وہ معاشرے میں ذلیل وخوار ہو جائے لہٰذا عیب تلاش کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان کی اس حرکت کی بنا پر کہیں اللہ تعالیٰ ان کے وہ پوشیدہ عیوب ظاہر نہ فرمادے جس سے وہ ذلت ورسوائی سے دوچار ہو جائیں۔

عیب چھپانے کے دو فضائل:

یہاں موضوع کی مناسبت سے مسلمانوں کے عیب چھپانے کے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔ (بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لایظلم المسلم... الخ، ۲/۱۲۶، الحدیث: ۲۴۴۲)

(2)... حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اور اس نے پردہ ڈال دیا (یعنی چھپادی) تو ایسا ہے جیسے مَوْءُوْدَہ (یعنی زندہ زمین میں دبادی جانے والی بچی) کو زندہ کیا۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الستر علی المسلم، ۴/۳۵۷، الحدیث: ۴۸۱۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے عیب چھپانے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے عیبوں کی اصلاح کی جائے:

جو شخص لوگوں کے عیب تلاش کرنے میں رہتا ہے اسے خاص طور پر اور تمام لوگوں کو عمومی طور پر چاہیے کہ کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں کہ اسی میں ان کی اور دوسروں کی دنیا و آخرت کا بھلا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔ (شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ۵/۳۱۱، الحدیث: ۶۷۶۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب تم اپنے ساتھی کے عیب ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو (اس وقت) اپنے عیبوں کو یاد کرو۔

(شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان... الخ، فصل فیما ورد... الخ، ۵/۳۱۱، الحدیث: ۶۷۵۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے بچنے، اپنے عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

انسان کی عزت وحرمت کی حفاظت میں اسلام کا کردار

دینِ اسلام کی نظر میں ایک انسان کی عزت و حرمت کی قدر بہت زیادہ ہے اور اگر وہ انسان مسلمان بھی ہو تو اس کی عزت و حرمت کی قدر اسلام کی نظر میں مزید بڑھ جاتی ہے، اسی لئے دینِ اسلام نے ان تمام اَفعال سے بچنے کا حکم دیا ہے جن سے کسی انسان کی عزت و حرمت پامال ہوتی ہو، ان افعال میں سے ایک فعل کسی کے عیب تلاش کرنا اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دینا ہے جس کا انسانوں کی عزت و حرمت ختم کرنے میں بہت بڑا کردار ہے، اس وجہ سے جہاں اس شخص کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا عیب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے وہیں وہ شخص بھی لوگوں کی

نفرت اور ملامت کا سامنا کرتا ہے جو عیب تلاش کرنے اور انہیں ظاہر کرنے میں لگا رہتا ہے ،یوں عیب تلاش کرنے والے اور جس کا عیب بیان کیا جائے، دونوں کی عزت و حرمت چلی جاتی ہے، اس لئے دینِ اسلام نے عیبوں کی تلاش میں رہنے اور انہیں لوگوں کے سامنے شرعی اجازت کے بغیر بیان کرنے سے منع کیا اور اس سے باز نہ آنے والوں کو سخت وعیدیں سنائیں تاکہ ان وعیدوں سے ڈر کر لوگ اس بُرے فعل سے باز آجائیں اور سب کی عزت و حرمت کی حفاظت ہو۔

﴿وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔﴾ اس آیت میں تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہو گا، تو پھر مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت عزت و آبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔ **شانِ نزول:** جب سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مالداروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب اُن کی خدمت کرے اور وہ اسے کھلائیں پلائیں، یوں ہر ایک کا کام چلے، چنانچہ اسی دستور کے مطابق حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سوگئے اور کھانا تیار نہ کرسکے تو اُن دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجا، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے کچن کے خادم حضرتِ اُسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے، اُن کے پاس کھانے میں سے کچھ باقی نہ رہا تھا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ حضرت سلمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہی آکر کہہ دیا تو اُن دونوں رفیقوں نے کہا: اُسامہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے بخل کیا ۔جب وہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں۔ اُنہوں نے عرض کی: ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ''تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اُس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

(خازن، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۱۷۰-۱۷۱، ملخصاً)

غیبت اور اس کی مذمت سے متعلق 4 اَحادیث:

اس آیت میں غیبت کرنے سے منع کیا گیا اور ایک مثال کے ذریعے اس کی شَناعَت اور برائی کو بیان فرمایا گیا ہے، کثیر اَحادیث میں بھی اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: '' کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جسے میں بیان کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم جو عیب بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔ (مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب تحریم الغیبۃ، ص۱۳۹۷، الحدیث: ۷۰(۲۵۸۹))

(2)... حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''غیبت زِنا سے بھی

زیادہ سخت چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا: ”مرد زِنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی تب تک مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔

(شعب الایمان، الرابع والاربعون من شعب الایمان۔۔۔ الخ، فصل فیما ورد۔۔۔ الخ، ۵/۳۰۶، الحدیث: ۶۷۴۱)

(3)۔۔۔ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن پیتل کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ افراد ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ۴/۳۵۳، الحدیث: ۴۸۷۸)

(4)۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس قیامت کے دن اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا تم جس طرح دنیا میں اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب زندہ کا گوشت کھاؤ وہ چیخ مارتا ہوا اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔ (معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ: احمد، ۱/۴۵۰، الحدیث: ۱۶۵۶)

سرِ دست یہ 4 اَحادیث ذکر کی ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ انہیں غور سے پڑھے اور غیبت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، فی زمانہ اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اور وہ اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اور ان کی بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غیبت جیسی خطرناک باطنی بیماری سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

غیبت کی تعریف اور اس سے متعلق 5 شرعی مسائل:

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔

(بہار شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۲)

غیبت سے متعلق 5 شرعی مسائل درج ذیل ہیں:

(1)۔۔۔ غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے (اسی طرح) فعل سے بھی ہوتی ہے، صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا تعریض و کنایہ کے ساتھ ہو سب صورتیں حرام ہیں، برائی کو جس نَوعِیَّت سے سمجھائے گا سب غیبت میں داخل ہے۔ تعریض کی یہ صورت ہے کہ کسی کے ذکر کرتے وقت یہ کہا کہ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں ایسا نہیں“ جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ایسا ہے۔ کسی کی برائی لکھ دی یہ بھی غیبت ہے، سر وغیرہ کی حرکت بھی غیبت ہو سکتی ہے، مثلاً کسی کی خوبیوں کا تذکرہ تھا اس نے سر کے اشارہ سے یہ بتانا چاہا کہ اس میں جو کچھ برائیاں ہیں ان سے تم واقف نہیں، ہونٹوں اور آنکھوں اور بھوؤں اور زبان یا ہاتھ کے اشارہ سے بھی غیبت ہو سکتی ہے۔

(2)۔۔۔ ایک صورت غیبت کی نقل ہے مثلاً کسی لنگڑے کی نقل کرے اور لنگڑا کر چلے، یا جس چال سے کوئی چلتا ہے اس کی نقل اتاری جائے یہ بھی غیبت ہے، بلکہ زبان سے کہہ دینے سے یہ زیادہ برا ہے کیونکہ نقل کرنے میں پوری تصویر کشی اور بات کو سمجھانا پایا جاتا ہے (جب) کہ کہنے میں وہ بات نہیں

ہوتی۔(بہار شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۶)

(3)... جس طرح زندہ آدمی کی غیبت ہوسکتی ہے مرے ہوئے مسلمان کو برائی کے ساتھ یاد کرنا بھی غیبت ہے، جبکہ وہ صورتیں نہ ہوں جن میں عیوب کا بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں۔ مسلم کی غیبت جس طرح حرام ہے کافر ذمی کی بھی ناجائز ہے کہ ان کے حقوق بھی مسلم کی طرح ہیں (جبکہ) کافر حربی کی برائی کرنا غیبت نہیں۔

(4)... کسی کی برائی اس کے سامنے کرنا اگر غیبت میں داخل نہ بھی ہو جبکہ غیبت میں پیٹھ پیچھے برائی کرنا معتبر ہو مگر یہ اس سے بڑھ کر حرام ہے کیونکہ غیبت میں جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایذاءِ مسلم ہے وہ یہاں بدرجہ اَولی پائی جاتی ہے غیبت میں تو یہ اِحتمال ہے کہ اسے اطلاع ملے یا نہ ملے اگر اسے اطلاع نہ ہوئی تو ایذا بھی نہ ہوئی، مگر احتمالِ ایذا کو یہاں ایذا قرار دے کر شرعِ مُطَہَّر نے حرام کیا اور مونھ پر اس کی مذمت کرنا تو حقیقۃً ایذا ہے پھر یہ کیوں حرام نہ ہو۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بعض لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ تم فلاں کی غیبت کیوں کرتے ہو، وہ نہایت دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں مجھے اس کا ڈر اپڑا ہے چلو میں اس کے مونھ پر یہ باتیں کہہ دوں گا، ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا غیبت و حرام ہے اور مونھ پر کہوگے تو یہ دوسرا حرام ہوگا، اگر تم اس کے سامنے کہنے کی جرأت رکھتے ہو تو اس کی وجہ سے غیبت حلال نہیں ہوگی۔

(5)... جس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اسے لازم ہے کہ زبان سے انکار کردے مثلاً کہدے کہ میرے سامنے اس کی برائی نہ کرو۔ اگر زبان سے انکار کرنے میں اس کو خوف واندیشہ ہے تو دل سے اسے برا جانے اور اگر ممکن ہو تو یہ شخص جس کے سامنے برائی کی جارہی ہے وہاں سے اٹھ جائے یا اس بات کو کاٹ کر کوئی دوسری بات شروع کردے ایسا نہ کرنے میں سننے والا بھی گناہ گار ہوگا، غیبت کا سننے والا بھی غیبت کرنے والے کے حکم میں ہے۔

(بہار شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۷-۵۳۸)

غیبت سے توبہ اور معافی سے متعلق 5 شرعی مسائل:

یہاں غیبت سے توبہ اور معافی سے متعلق 5 شرعی مسائل بھی ملاحظہ ہوں:

(1)... جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمھاری اس اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کردو، اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بریُٔ الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو توبہ اور ندامت کافی ہے۔

(2)... جس کی غیبت کی ہے اسے خبر نہ ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے آیا اس کی توبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں علما کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ توبہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمادے گا، جس نے غیبت کی اس کی مغفرت توبہ سے ہوئی اور جس کی غیبت کی گئی اس کو جو تکلیف پہنچی اور اس نے درگزر کیا، اس وجہ سے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ مُعَلَّق رہے گی اگر وہ شخص جس کی غیبت ہوئی خبر پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا تو توبہ صحیح ہے اور توبہ کے بعد اسے خبر پہنچ گئی تو صحیح نہیں، جب تک اس سے معاف نہ کرائے۔ بہتان کی صورت میں توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان

باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔

(3)...معافی مانگنے میں یہ ضرور ہے کہ غیبت کے مقابل میں اس کی ثناءِ حسن (اچھی تعریف) کرے اور اس کے ساتھ اظہارِ محبت کرے کہ اس کے دل سے یہ بات جاتی رہے اور فرض کرو اس نے زبان سے معاف کر دیا مگر اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا تو اس کا معافی مانگنا اور اظہارِ محبت کرنا غیبت کی برائی کے مقابل ہو جائے گا اور آخرت میں مُواخذہ نہ ہو گا۔

(4)...اس نے معافی مانگی اور اس نے معاف کر دیا مگر اس نے سچائی اور خلوصِ دل سے معافی نہیں مانگی تھی محض ظاہری اور نمائشی یہ معافی تھی، تو ہو سکتا ہے کہ آخرت میں مُؤاخذہ ہو، کیونکہ اس نے یہ سمجھ کر معاف کیا تھا کہ یہ خلوص کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے۔

(5)...امام غزالی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ یہ فرماتے ہیں کہ جس کی غیبت کی وہ مر گیا یا کہیں غائب ہو گیا اس سے کیونکر معافی مانگے یہ معاملہ بہت دشوار ہو گیا، اس کو چاہیے کہ نیک کام کی کثرت کرے تا کہ اگر اس کی نیکیاں غیبت کے بدلے میں اسے دے دی جائیں، جب بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔

(بہار شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/۵۳۸-۵۳۹)

نوٹ: غیبت سے متعلق مزید شرعی مسائل جاننے کیلئے، بہار شریعت جلد 3 ص 532 تا 539 کا مطالعہ فرمائیں۔

سورۃ الحدید

74

اہلِ کتاب کو تقویٰ و ایمان کا حکم اور مغفرت کی بشارت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۙ(۲۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے ایک ایسا نور کر دے گا جس کے ذریعے تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الحدید: ۲۸)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والو! رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر دے گا کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور قرآنِ پاک پر بھی ایمان لائے اور وہ قیامت کے دن تمہارے لیے پل صراط پر ایک ایسا نور کر دے گا جس (کی روشنی) کے ذریعے تم چلو گے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے سے پہلے کے تمہارے سب گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان

ہے۔(خازن، الحدید، تحت الآیۃ: ۲۸، ۴/۲۳۴)

اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے لئے دُگنا اجر:

اس آیت کی نظیر یہ آیتِ مبارکہ ہے:

”اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا“ (قصص: ۵۲-۵۴)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان پر یہ آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔ ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہو چکے تھے۔ ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔

اور حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تین آدمیوں کے لئے دُگنا اجر ہے: (1) اہلِ کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر (بھی) ایمان لایا۔ (2) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق بجالائے اور اپنے مالکوں کے حقوق (بھی) پورے کرے۔ (3) وہ آدمی جس کے پاس لونڈی ہو تو وہ اس سے وطی کرے اور اسے تہذیب و تعلیم کے زیور سے خوب آراستہ کرے، پھر اسے آزاد کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرلے تو اس کے لئے دُگنا ثواب ہے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ۱/۲۳، الجزء الاول، الحدیث: ۱۱)

سورۃ المجادلۃ

75

مشورے سے متعلق مسلمانوں کی تربیت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰىؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔(المجادلۃ: ۹)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں مشورہ کرو۔﴾ اس سے پہلی آیت میں گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کے بارے میں مشورے کرنے پر یہودیوں اور منافقوں کی مذمت بیان کی گئی اور اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کو ان جیسے طریقے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جب آپس میں مشورہ کرو تو یہودیوں اور منافقوں کی طرح گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرنا بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرنا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں منافقوں سے خطاب ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ اے اپنی زبان سے ایمان لانے والو! تم جب آپس میں مشورہ کرو تو گناہ، حد سے بڑھنے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کرو اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تم حساب کے لئے اٹھائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے مشوروں کی جزا دے گا۔

(تفسیر کبیر، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰/۴۹۲، خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۹، ۴/۲۴۰، مدارک، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۹، ص۱۲۱۸، ملتقطاً)

آیت ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... مسلمان صلاح مشورے مسلمانوں ہی سے کریں، کفار سے نہ کریں اور انہیں اپنا مشیر وغیرہ نہ بنائیں۔

(2)... آپس میں مشورے بھی اچھے ہی کریں، برے نہ کریں۔

(3)... مسلمانوں کی خَلْوت بھی جَلْوت کی طرح پاکیزہ ہونی چاہیے۔

(4)... تنہائی میں بھی حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ادب و احترام ملحوظ رکھے۔ مبارک ہے وہ عالم جو اپنی تنہائی میں حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فضائل سوچے اور بد نصیب ہے وہ شخص جس کا وقت حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی توہین کے بارے سوچنے میں گزرے۔

76

بارگاہِ رسالت کے حاضرین کو دو آداب کی تعلیم

اہلِ ایمان اور علماء کی فضیلت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے (کہ) مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللہ تمہارے لئے جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب کہا جائے: کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا اور اللہ تمہارے

کاموں سے خوب خبر دار ہے۔(المجادلۃ:۱۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!۔﴾ شانِ نزول: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی عزت کرتے تھے، ایک روز چند بدری صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی، اُنہوں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جواب دیا، پھر اُنہوں نے حاضرین کو سلام کیا تو اُنہوں نے جواب دیا، پھر وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ اُن کیلئے مجلس شریف میں جگہ بنائی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ چیز گراں گزری تو آپ نے اپنے قریب والوں کو اُٹھا کر اُن کیلئے جگہ بنا دی، اُٹھنے والوں کو اُٹھنا شاق ہوا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کر دو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جنت میں جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب تمہیں اپنی جگہ سے کھڑے ہونے کا کہا جائے تا کہ جگہ کشادہ ہو جائے تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کے باعث تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔(خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۱، ۴/۲۴۰-۲۴۱)

بزرگانِ دین کی تعظیم کرنا سنت ہے:

اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کے لئے جگہ چھوڑنا اور ان کی تعظیم کرنا جائز بلکہ سنت ہے حتّٰی کہ مسجد میں بھی ان کی تعظیم کر سکتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ مسجدِ نبوی شریف میں ہی ہوا تھا۔ یاد رہے کہ حدیثِ پاک میں بزرگانِ دین اور دینی پیشواؤں کی تعظیم و توقیر کا باقاعدہ حکم بھی دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے لئے عاجزی اختیار کرو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو ان کے لئے تواضع اختیار کرو اور سرکش عالِم نہ بنو۔

(الجامع لاخلاق الراوی، باب توقیر المحدّث طلبة العلم...الخ، تواضعه لهم، ص۲۳۰، الحدیث: ۸۰۲)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بزرگانِ دین کی تعظیم کرتا رہے اور ان کی بے ادبی کرنے سے بچے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ادب و تعظیم کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

مسلمانوں کی تعظیم کرنے کی ترغیب:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی تعظیم کیا کریں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اور اس حاملِ قرآن کی تعظیم کرنا جو قرآن میں غُلُو نہ کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے اور عادل سلطان کی تعظیم کرنا، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے میں داخل ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/۳۴۴، الحدیث: ۴۸۴۳)

فضیلت اور مرتبے والوں کو اگلی صفوں میں بٹھایا جاسکتا ہے:

یاد رہے کہ مجلس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ چکا ہو اسے اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے سوائے کسی بڑی ضرورت کے یا یوں کہ اہم حضرات کیلئے نمایاں جگہ بنادی جائے جیسے دینی و دُنْیَوی دونوں قسم کی مجلسوں میں سرکردہ حضرات کو اسٹیج پر یا سب سے آگے جگہ دی جاتی ہے اور ویسے یہ ہونا چاہیے کہ بڑے اور سمجھدار حضرات سننے کیلئے زیادہ قریب بیٹھیں۔ حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے ، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو لوگ بالغ اور عقل مند ہیں انہیں میرے قریب کھڑے ہونا چاہئے، پھر جو ان کے قریب ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں۔ (ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من یستحبّ ان یلی الامام فی الصفّ وکراہیۃ التأخّر، ۱/۲۶۷، الحدیث: ۶۷۴)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں سے ان کے مرتبے اور منصب کے مطابق معاملہ کرو۔ (ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/۳۴۳، الحدیث: ۴۸۴۲)

فضیلت اور مرتبے والے خود کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھیں:

فضیلت اور مرتبہ رکھنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ خود کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھیں کیونکہ کثیر اَحادیث میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شخص مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔

(مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ المباح الذی سبق الیہ، ص۱۱۹۸، الحدیث: ۲۷(۲۱۷۷))

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی دوسری روایت میں ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے البتہ (تمہیں چاہئے کہ) دوسروں کے لئے جگہ کشادہ اور وسیع کر دو۔

(بخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قیل لکم تفسّحوا فی المجلس...الخ، ۴/۱۷۹، الحدیث: ۶۲۷۰)

علم حاصل کرنے کی ترغیب اور علم و علماء کے فضائل:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماءِ دین بڑے درجے والے ہیں اور دنیا و آخرت میں ان کی عزت ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کی بلندی کا وعدہ کیا ہے تو انہیں اس کے فضل و کرم سے دنیا و آخرت میں عزت ضرور ملے گی۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسی آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! اس آیت کو سمجھو اور علم حاصل کرنے کی طرف راغب ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ مومن عالم کو اس مومن سے بلند درجات عطا فرمائے گا جو عالِم نہیں ہے۔ (خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۲۴۱)

یہاں موضوع کی مناسبت سے علم اور علماء کے 15 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)...ایک ساعت علم حاصل کرنا ساری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔ (مسند الفردوس، باب الطاء، ۲/۴۴۱، الحدیث: ۳۹۱۷)

(2)...علم عبادت سے افضل ہے۔ (کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/۵۸، الحدیث: ۲۸۶۵۳، الجزء العاشر)

(3)...علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے۔ (کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/۵۸، الحدیث: ۲۸۶۵۷، الجزء العاشر)

(4)... علماء زمین کے چراغ اور انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/ ، الحدیث: ۲۸۶۷۳۵۹، الجزء العاشر)

(5)... مرنے کے بعد بھی بندے کو علم سے نفع پہنچتا رہتا ہے۔(مسلم، ص۸۸۶، الحدیث: ۱۴(۱۶۳۱))

(6)... ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ۳۱۱/۴، الحدیث: ۲۶۹۰)

(7)... علم کی مجالس جنت کے باغات ہیں۔(معجم الکبیر، مجاہد عن ابن عباس، ۷۸/۱۱، الحدیث: ۱۱۱۵۸)

(8)... علم کی طلب میں کسی راستے پر چلنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، ۲۹۴/۴، الحدیث: ۲۶۵۵)

(9)... قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۶۱/۵ ، الحدیث: ۲۸۷۱۱، الجزء العاشر)

(10)... عالِم کے لئے ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے حتّٰی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۶۳/۵ ، الحدیث: ۲۸۷۳۵، الجزء العاشر)

(11)... علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔(مسند الفردوس، باب المیم، ۱۵۶/۴، الحدیث: ۶۴۸۶)

(12)... علماء کی تعظیم کرو کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔

(ابن عساکر، عبد الملک بن محمد بن یونس بن الفتح ابو قعیل السمرقندی، ۱۰۴/۳۷)

(13)... اہلِ جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے۔(ابن عساکر، محمد بن احمد بن سہل بن عقیل ابو بکر البغدادی الاصباغی، ۵۰/۵۱)

(14)... علماء آسمان میں ستاروں کی مثل ہیں جن کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ پائی جاتی ہے۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۶۵/۵ ، الحدیث: ۲۸۷۶۵، الجزء العاشر)

(15)... قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد علماء شفاعت کریں گے۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۶۵/۵ ، الحدیث: ۲۸۷۶۶، الجزء العاشر)

اللہ تعالیٰ ہمیں علمِ دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

نوٹ: علم اور علماءِ کرام کے فضائل وغیرہ سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم (مفتی قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ) کی کتاب "**علم اور علماء کی فضیلت**" کا مطالعہ فرمائیں۔

77

بارگاہِ رسالت میں راز کی بات کہنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم

www.dawateislami.net

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے، پھر اگر تم (اس پر قدرت) نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (المجادلۃ: ۱۲)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ: اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو۔﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو کہ اس میں بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں حاضر ہونے کی تعظیم اور فقراء کا نفع ہے، یہ عرض کرنے سے پہلے صدقہ کرنا تمہارے لیے بہت بہتر ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہے اور یہ تمہیں خطاؤں سے پاک کرنے والا ہے، پھر اگر تم اس پر قدرت نہ پاؤ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۲۴۱-۲۴۲، روح البیان، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۹/۴۰۵، ملتقطاً)

شانِ نزول: سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں جب مالداروں نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ غریب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا، بعض روایتوں کے مطابق اس حکم پر حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عمل کیا اور 1 دینار صدقہ کر کے 10 مسائل دریافت کئے۔۔۔۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے علاوہ اور کسی کو اس حکم پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(مدارک، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۲۱۹، خازن، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ۴/۲۴۲، ملتقطاً)

اولیاءِ کرام کے مزارات پر شیرینی لے جانے کی دلیل:

اس آیتِ مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے مزارات پر صدقہ کرنے کے لئے شیرینی وغیرہ لے کر جانا جائز ہے، چنانچہ صدرُ الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت مترجم قدس سرہ (یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) نے فرمایا: یہ اس کی اصل ہے جو مزاراتِ اولیاء پر تصدُّق کیلئے شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں۔ (خزائن العرفان، المجادلۃ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص۱۰۰۵)

سورۃ الحشر

78

مسلمانوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور فکرِ آخرت کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے اعمال سے خوب خبردار ہے۔(الحشر:۱۸)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔﴾ گزشتہ آیات میں یہودیوں کی عہد شکنی اور منافقین کے مکروفریب کو بیان کیا گیا اوراب یہاں سے ایمان والوں کو نصیحت کی جارہی ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو کام کرتے ہو اور جو چھوڑتے ہو ہر ایک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے اور تمہیں مزید تاکید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں سرگرم رہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے (لہٰذا جب گناہ کرنے لگو تو سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گناہ کو دیکھ رہا ہے، وہ قیامت کے دن اس کا حساب لے گا اور اس کی سزا دے گا)۔(روح البیان، الحشر، تحت الآیۃ: ۱۸، ۹/۴۴۷-۴۴۸)

مُراقبہ کی اصل:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک گھڑی غور و فکر کرنا بہت سے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے اعمال کے بارے میں سوچنا بہت افضل عمل ہے اور یہی مراقبہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''(آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر غور و فکر کرنا 60 سال کی عبادت سے بہتر ہے۔'' (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، التفکّر، ۲/۴۸، الحدیث: ۵۷۰۷، الجزء الثالث)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اُخروی معاملات کے بارے میں مراقبہ اور غور و فکر کرتا رہے۔ مراقبہ کا معنی اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: مراقبہ کا معنی ہے نگہبانی کرنا، جس طرح اپنا مال شریک کے حوالے کر کے شرط رکھی جاتی ہے اور عہد و پیمان کے بعد بھی بے خبر ہو کر نہیں بیٹھ رہتے اسی طرح ہر وقت نفس کی خبر گیری کرتے رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر تم اس سے غافل ہو گئے تو وہ کاہلی اور خواہشات کو پورا کرنے کے سبب پھر سے سرکش ہو جائے گا۔ مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات پر کامل یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر فعل اور ہر خیال سے واقف ہے اور اس سے کسی بات کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں ہے، لوگ اگر صرف اس کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن دونوں کو دیکھتا ہے۔ جس نے یہ بات سمجھ لی اور یہ آگہی اس کے دل پر غالب آگئی تو اس کا ظاہر و باطن زیورِ ادب سے آراستہ ہو جائے گا۔ انسان اگر اس بات پر یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن سے واقف نہیں ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس پر ایمان لایا، پھر اس کی مخالفت کی تو وہ بڑا دلیر اور بے شرم ہے۔(کیمیاءِ سعادت، رکنِ چہارم، اصل ششم در محاسبت و مراقبت، ۲/۸۸۵-۸۸۶)

ترغیب کے لئے یہاں بزرگانِ دین کے مُراقبۂ فکرِ آخرت سے متعلق تین واقعات بھی ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں ایک باغ میں گیا تو وہاں حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آواز سنی، ہم دونوں کے

درمیان ایک دیوار حائل تھی اور وہ کہہ رہے تھے: عمر، خطاب کا بیٹا اور امیر المومنین کا منصب! واہ کیا خوب! اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب دے گا۔ (تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، فصل فی نبذ من سیرتہ، ص ۱۰۲)

(2)... حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: جنت اور دوزخ کے تذکرے پر آپ اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر روتے ہیں، (اس کی حکمت کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر قبر والے نے اس سے نجات پالی تو بعد (یعنی قیامت) کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "میں نے قبر سے زیادہ ہولناک منظر کوئی نہیں دیکھا۔ (ترمذی، کتاب الزھد، ۵-باب، ۱۳۸/۴، الحدیث: ۲۳۱۵)

(3)... حضرت ضرار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو کئی مرتبہ دیکھا کہ رات کی تاریکی میں آپ اپنے محراب میں لرزاں و ترساں اپنی داڑھی مبارک تھامے ہوئے ایسے بے چین بیٹھے ہوتے کہ گویا زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ آپ غم کے ماروں کی طرح روتے اور بے اختیار ہو کر "اے میرے رب! اے میرے رب!" پکارتے، پھر دنیا سے مخاطب ہو کر فرماتے، "تو مجھے دھوکے میں ڈالنے کے لئے آئی ہے؟ میرے لئے بن سنور کر آئی ہے؟ دور ہو جا! کسی اور کو دھوکا دینا، میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں، تیری عمر کم ہے اور تیری محفل حقیر جبکہ تیرے مصائب جھیلنا آسان ہیں، آہ صد آہ! زادِ راہ کی کمی ہے اور سفر طویل ہے جبکہ راستہ وحشت سے بھرپور ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ من المھاجرین، علی بن ابی طالب، ۱۲۶/۱، روایت نمبر: ۲۶۱)

سورۃ الممتحنہ

79

کفار سے دوستی کی ممانعت۔ اللہ کی رضا طلبی اور کفار سے دوستی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ کفار کو خفیہ پیغامِ محبت بھیجنے والوں کو تنبیہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ﳓ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ①

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کی وجہ سے خبریں پہنچاتے ہو حالانکہ یقیناً وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا، وہ رسول کو اور تمہیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے نکلے تھے (تو ان سے دوستی نہ کرو) تم ان کی طرف محبت کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو یہ (دوستی) کرے تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بہک گیا۔(الممتحنۃ:۱)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔﴾ شانِ نزول: بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی "سارہ" مدینہ منورہ میں سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئی جب آپ فتحِ مکہ کی تیاری فرمارہے تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے فرمایا: "کیا تو مسلمان ہو کر آئی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ ارشاد فرمایا: "کیا ہجرت کر کے آئی ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا: "پھر کیوں آئی ہو؟ اُس نے عرض کی: محتاجی سے تنگ ہو کر آئی ہوں۔ حضرت عبد المطلب کی اولاد نے اس کی امداد کرتے ہوئے کپڑے بنائے اور سامان دیا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُس سے ملے تو اُنہوں نے اسے دس دینار دیئے، ایک چادر دی اور اس کی معرفت ایک خط اہلِ مکہ کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کر لو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اس کی خبر دی تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چند اَصحاب کو جن میں حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم بھی تھے، گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا: "روضۂ خاخ کے مقام پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہلِ مکہ کے نام لکھا گیا ہے، وہ خط اس سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو، اگر خط دینے سے انکار کرے تو اس کی گردن مار دو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا، اس سے خط مانگا تو وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے قسم کھا کر فرمایا: سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر واقع کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی، پھر تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: تو خط نکال دے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ جب اُس نے دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم قتل کرنے پر بالکل آمادہ ہیں تو اس نے اپنے جُوڑے میں سے خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ حضرات خط لے کر واپس پہنچے تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حاطب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا کر فرمایا: "اے حاطب! خط لکھنے کی وجہ کیا تھی؟ اُنہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، میں جب سے اسلام لایا ہوں تب سے کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیاز مندی مُیَسَّر آئی ہے تب سے کبھی آپ کے ساتھ خیانت نہ کی اور جب سے اہلِ مکہ کو چھوڑا ہے تب سے کبھی اُن کی محبت دل میں نہ آئی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور اُن کی قوم میں سے نہ تھا، میرے سوا دوسرے مہاجرین کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں (لیکن میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں) مجھے اپنے گھر والوں کے بارے اندیشہ تھا اس لئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہلِ مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ بات میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے، میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اُن کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان

کی تصدیق کی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس منافق کی گردن ماردوں۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''اے عمر! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اُس نے اہلِ بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے، یہ سن کر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوگئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو میرے اور تمہارے دشمن ہیں، تم انہیں دوستی کی وجہ سے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی پوشیدہ خبریں پہنچاتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پاس آئے ہوئے حق یعنی اسلام اور قرآن کا انکار کرتے ہیں، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو اور تمہیں اس بنا پر مکہ مکرمہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے اپنے وطن سے نکلے تھے تو ان کافروں سے دوستی نہ کرو، تم انہیں خفیہ محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور یاد رکھو! تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بہک گیا۔ (مدارک، سورۃ الممتحنۃ، ص۱۲۳۰، خازن، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۲۵۵-۲۵۶، ملتقطاً)

آیت ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ'' سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے مزید 5 باتیں یہ معلوم ہوئیں:

(1)... کفارِ مکہ مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا دشمن بھی فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا دشمن اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے۔

(2)... کفار کو مسلمانوں کے راز سے خبردار کرنا غداری اور دین و قوم سے بغاوت ہے۔

(3)... حضرت حاطب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔

(4)... ایمان کا دشمن جان کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہے۔

(5)... اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد اسی وقت ہو گا، جب مجاہد کا دل مومن کی محبت اور کافر کی عداوت سے پُر ہو، اگر مجاہد کے دل میں کافر کی طرف تھوڑا سا میلان بھی ہوا، تو اس کا مجاہد فی سبیل اللہ رہنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی سے دوستی اور دشمنی رکھنے کے 4 فضائل:

یہاں موضوع کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی سے دوستی اور دشمنی رکھنے کے 4 فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: ''وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے، آج میں انہیں اپنے (عرش کے) سائے میں رکھوں گا، آج میرے (عرش کے) سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فی فضل الحبّ فی اللہ، ص۱۳۸۸، الحدیث: ۳۷(۲۵۶۶))

www.dawateislami.net

(2)...حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسرے علاقے میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ جب وہ فرشتے کے پاس آیا تو اس نے دریافت کیا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اس علاقے میں میرا بھائی ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے جسے لینے جارہا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، صرف یہ بات ہے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے یہ خبر دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دوست رکھا جیسے تو نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس سے محبت کی ہے۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فی فضل الحب فی اللہ، ص۱۳۸۸، الحدیث: ۳۸(۲۵۶۷))

(3)...حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’جو کسی سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے، اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھے، اللہ تعالیٰ کے لیے دے اور اللہ تعالیٰ کے لیے منع کرے تو اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔

(ابو داؤد، کتاب السنّۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، ۴/۲۹۰، الحدیث: ۴۶۸۱)

(4)...حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کون سا عمل ہے؟ کسی نے کہا، نماز و زکوٰۃ اور کسی نے کہا جہاد۔ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا عمل اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بغض رکھنا ہے۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری رضی اللہ تعالی عنہ، ۸/۶۸، الحدیث: ۲۱۳۶۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے لئے کسی سے دوستی، دشمنی اور بغض رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

80

مہاجر عورتوں کے بارے میں چند منسوخ احکام

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْاؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّؕ وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْــٴَـلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْیَسْــٴَـلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْاؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (کفرستان سے) اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو، اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے، پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ، نہ یہ ان (کافروں) کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر)

ان کیلئے حلال ہیں اور ان کے کافر شوہروں کو وہ (حق مہر) دیدو جو انہوں نے خرچ کیا ہو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب ان کے مہر انہیں دو اور کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو اور وہ مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہو اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا، یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔(الممتحنۃ:۱۰)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنے گھر چھوڑ کر آئیں۔﴾ اس آیت میں ہجرت کرکے آنے والی مسلمان عورتوں کے بارے میں 7 اَحکام دیئے گئے ہیں:

(1)...اے ایمان والو! جب کفرستان سے مسلمان عورتیں اپنے گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آئیں تو ان کی جانچ کرلیا کرو کہ ان کی ہجرت خالص دین کیلئے ہے، ایسا تو نہیں ہے کہ اُنہوں نے شوہروں کی عداوت میں گھر چھوڑا ہو اور یاد رکھو کہ ان عورتوں کا امتحان تمہارے علم کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو ان کے ایمان کا حال تم سے بہتر جانتا ہے۔

ان کی جانچ کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے قسم لی جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ان عورتوں کو قسم دی جائے کہ وہ نہ شوہروں کی عداوت میں نکلی ہیں اور نہ اور کسی دُنیوی وجہ سے بلکہ اُنہوں نے صرف اپنے دین و ایمان کیلئے ہجرت کی ہے۔

(2)...اگر جانچ کے بعد وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ کیونکہ نہ یہ مسلمان عورتیں ان کافروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر مرد ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر کی کافرہ بیوی ایمان لاکر ہجرت کر جائے تو وہ اس کافر کے نکاح سے نکل جائے گی۔

(3)...ان کے کافر شوہروں کو وہ حق مہر دیدو جو انہوں نے ان عورتوں کو دیئے تھے۔ **شانِ نزول:** یہ آیت صلح حُدیبیہ کے بعد نازل ہوئی، صلح میں یہ شرط تھی کہ مکہ والوں میں سے جو شخص ایمان لاکر سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو اس کو اہلِ مکہ واپس لے سکتے ہیں اور اس آیت میں یہ بیان فرمادیا گیا کہ یہ شرط صرف مردوں کیلئے ہے، عورتوں کی تصریح عہد نامہ میں نہیں اور نہ عورتیں اس قرارداد میں داخل ہو سکتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت کافر کیلئے حلال نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت کا یہ حصہ پہلے حکم (یعنی انہیں ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ) کا ناسخ ہے۔

یہ قول اس صورت میں درست ہے کہ عورتیں صلح کے عہد میں داخل ہوں، لیکن عورتوں کا اس عہد میں داخل ہونا صحیح نہیں کیونکہ بخاری شریف میں عہد نامہ کے یہ الفاظ مروی ہیں: ''لَا یَاتِیْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰی دِیْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ ''یعنی ہم سے جو مرد آپ کے پاس پہنچے خواہ وہ آپ کے دین ہی پر ہو آپ اس کو واپس دیں گے۔(بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل الحرب...الخ، ۲/۲۲۳، الحدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲) ان میں عورت کا ذکر نہیں ہے۔

یہاں اس مہر سے متعلق دو شرعی مسائل بھی ملاحظہ ہوں:

(1)...یہ مہر دینا اس صورت میں ہے جب کہ عورت کا کافر شوہر اسے طلب کرے اور اگر طلب نہ کرے تو اس کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔

(2)...اسی طرح اگر کافر نے اس مہاجرہ عورت کو مہر نہیں دیا تھا تو بھی وہ کچھ نہ پائے گا۔

(4)...تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان ہجرت کرنے والی عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو اگرچہ دارُالحرب میں ان کے شوہر ہوں کیونکہ اسلام لانے سے وہ ان شوہروں پر حرام ہوگئیں اور ان کی زوجیت میں نہ رہیں۔ یاد رہے کہ یہاں مہر دینے سے مراد اس کو اپنے ذمہ لازم کرلینا ہے اگرچہ بِالفعل نہ دیا جائے۔ نیز اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان عورتوں سے نکاح کرنے پر نیا مہر واجب ہوگا جبکہ ان کے شوہروں کو جو ادا کردیا گیا وہ اس میں شمار نہیں ہوگا گویا یہاں دو قسم کی رقم دینا ہوگی، ایک سابقہ کافر شوہر کو اور دوسری بطورِ مہر عورت کو۔

(5)... کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو، یعنی جو عورتیں دارالحرب میں رہ گئیں یا مُرتَدّہ ہوکر دارالحرب میں چلی گئیں ان سے زوجیت کا علاقہ نہ رکھو، چنانچہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے ان کافرہ عورتوں کو طلاق دیدی جو مکہ مکرمہ میں تھیں۔ یہاں یہ مسئلہ یاد رہے کہ اگر مسلمان کی عورت (مَعَاذَاللّٰہ) مرتدہ ہوجائے تو وہ اس کے نکاح سے باہر نہ ہوگی البتہ عورت کے مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح ضرور پڑھا جائے گا۔

(6)...ان عورتوں کو تم نے جو مہر دیئے تھے وہ ان کافروں سے وصول کرلو جنہوں نے اُن سے نکاح کیا۔

(7)...کافروں کی جو عورتیں ہجرت کرکے دارالاسلام میں چلی آئیں، ان پر کافروں نے جو خرچ کیا وہ اُن مسلمانوں سے مانگ لیں جنہوں نے ان عورتوں سے نکاح کیا ہے۔

آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہاں جو اَحکام دیئے یہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔(خازن، الممتحنۃ، تحت الاٰیۃ: ۱۰، ۴/۲۵۹، مدارک، الممتحنۃ، تحت الاٰیۃ: ۱۰، ص۱۲۳۳-۱۲۳۴)

81

مشرکوں سے دوستی کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۠ ﴿۱۳﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللّٰہ نے غضب کیا، بیشک وہ آخرت سے ناامید ہوچکے ہیں جیسے کافر قبر والوں (کے دنیا میں لوٹنے) سے ناامید ہوچکے ہیں (یا، قبر والوں میں سے کفار (ثوابِ آخرت سے) ناامید ہوچکے ہیں)۔ (الممتحنۃ:۱۳)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللّٰہ نے غضب کیا۔﴾ اس آیت کی **ایک تفسیر** یہ ہے کہ اے ایمان والو! مشرکوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ آخرت کے منکر ہونے کی وجہ سے اس کے ثواب سے ایسے ناامید ہوچکے ہیں جیسے وہ قبر والوں کے دنیا میں واپس آنے سے ناامید ہوچکے ہیں۔ **دوسری تفسیر** یہ ہے کہ اے ایمان والو! یہودیوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ نبی کریم صَلَّی

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو برحق نبی جاننے کے باوجود اِنکار کرنے کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے ایسے ہی ناامید ہو چکے ہیں جیسے کفار مرے ہوئے لوگوں کے دنیا میں واپس آنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔(مدارک، الممتحنۃ، تحت الآیۃ: ۱۳، ص۱۲۳۵، ملخصاً)

سورۃ الصف

82

قول و عمل میں تضاد کی ممانعت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔(الصف: ۲)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!﴾ شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''ہم چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، ہم میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل محبوب ترین ہے اگر ہمیں معلوم ہو جاتا تو ہم اسی پر عمل کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمارے سامنے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الصف، ۵/۲۰۲، الحدیث: ۳۳۲۰)

یاد رہے کہ اس آیت کے شانِ نزول میں اور بھی کئی قول ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کرنے کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔(خازن، الصف، تحت الآیۃ: ۲، ۴/۲۶۲) اس اعتبار سے منافقوں کی مذمت ہے اور انہیں اہلِ ایمان کہہ کر مُخاطب کرنا ان کے ظاہری ایمان کی وجہ سے ہے۔ اور اگر یہ آیت صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس میں ان کی مذمت نہیں بلکہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ ایسے دعوے کرنا درست نہیں کیونکہ آنے والے وقت کا معلوم نہیں کہ کیسا آئے، ممکن ہے کہ اس وقت کسی وجہ سے وہ یہ دعویٰ پورا نہ کر سکیں۔

قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے قول کے مطابق عمل بھی کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ اس تضاد کی بہت

سی صورتیں ہیں جیسے لوگوں کو اچھی باتیں بتانا لیکن خود ان پر عمل نہ کرنا، یا کسی سے وعدہ کرنا اور اس وقت یہ خیال کرنا کہ میں یہ کام کروں گا ہی نہیں، صرف زبانی وعدہ کرلیتا ہوں، وغیرہ یعنی ایک بات کہہ دیتا ہوں لیکن پوری نہیں کروں گا۔ اَحادیث میں ان چیزوں کی خاص طور پر شدید مذمت اور وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں اور خود برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کے بارے میں حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح گردش کررہا ہو گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے، جہنمی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے تم تو ہم کو نیکی کی دعوت دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے۔ وہ کہے گا میں تم کو نیکی کی دعوت دیتا تھا لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو تو برائی سے روکتا تھا مگر خود برے کام کرتا تھا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانّھا مخلوقۃ، ۲/۳۹۶، الحدیث: ۳۲۶۷)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’شبِ معراج میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! عَلَیْہِ السَّلَام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ کی امت کے وہ وعظ کرنے والے ہیں جو وہ باتیں کہتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثانی، ۲/۱۸۸، الحدیث: ۴۸۰۱)

اور وعدہ خلافی کرنے والوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کا کوئی فرض قبول ہو گا نہ نفل۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ، باب مایکرہ من التعمّق والتنازع فی العلم...الخ، ۴/۵۰۵، الحدیث: ۷۳۰۰)

یونہی آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جو کام تم کرتے نہیں ہو اس کے دعوے نہیں کرو جیسے ایک آدمی غریبوں کی مدد نہیں کرتا لیکن دعویٰ یہ کرتا ہے کہ وہ غریبوں کی بہت مدد کرتا ہے تو یہ محض جھوٹا دعویٰ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ یا ایک آدمی ایک کام کرنے کا دعویٰ کرے لیکن اسے پورا نہ کرے جیسے کہے کہ فلاں جگہ کے غریبوں کی اتنی مدد کروں گا لیکن کہتے ہوئے دل میں موجود ہو کہ عمل نہیں کروں گا تو گویا جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قول اور فعل کے تضاد سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

83

دردناک عذاب سے بچانے والی تجارت اور اس کے ثمرات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُۙ(۱۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! کیا میں ایسی تجارت پر تمہاری رہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(الصف: ۱۰-۱۲)

﴿**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!**﴾ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ سنو، وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان رکھنے میں ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم اپنا حقیقی نفع جانتے ہو تو ایمان پر ثابت قدم رہنا اور جہاد کرنا تمہارے لیے جان، مال اور ہر ایک چیز سے بہتر ہے اور اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا میں کئے ہوئے گناہ بخش دے گا اور قیامت کے دن تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں داخل فرمائے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں اور یہ جزا ملنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ (روح البیان، الصف، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۱، ۹/۵۰۵-۵۰۶، خازن، الصف، تحت الآیۃ: ۱۰-۱۲، ۴/۲۶۳، ملتقطاً)

نوٹ: یاد رہے کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے لیکن چونکہ اس وقت جہاد کی سخت ضرورت تھی اس کے لئے یہاں ایمان کے بعد جہاد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرنے کو تجارت سے تعبیر فرمایا گیا کیونکہ جس طرح تجارت سے نفع کی امید ہوتی ہے اسی طرح ان اعمال سے بہترین نفع یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جنت اور نجات حاصل ہوتی ہے۔

سورہ صف کی آیت نمبر 12 سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... مجاہد کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں حتّٰی کہ حقوق العباد بھی کہ رب تعالیٰ اس کے حق والے کو جنت دے کر راضی کر دے گا۔ اور حق معاف کرا دے گا۔

(2)... دنیا میں امیر یا وزیر بن جانا بڑی کامیابی نہیں بلکہ بڑی کامیابی یہ ہے کہ بندہ دنیا میں نیکیاں کر کے جنت اور وہاں کی نعمتوں کا مستحق ہو جائے۔

84

دینِ الٰہی کی مدد کا حکم اور حواریوں کا قابلِ تقلید نمونہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو!اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے فرمایا تھا: کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو وہ غالب ہوگئے۔(الصف:۱۴)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ: اے ایمان والو! اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو دین کی مدد کرنے اور مخالفین کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو!اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ جیسے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حواریوں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی تھی جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حواریوں سے فرمایا تھا: ”کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا،ان دونوں میں جنگ ہوئی تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو ایمان والے غالب ہوگئے۔

آیت کے آخری حصے کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آسمان پر اُٹھالیے گئے تو ان کی قوم تین فرقوں میں مُنْقَسم ہوگئی،ایک فرقے نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں کہا: وہ اللہ تھا آسمان پر چلا گیا۔ دوسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا اُس نے اپنے پاس بلالیا۔ تیسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے اُس نے اُٹھالیا۔ یہ تیسرے فرقے والے مومن تھے اور اِن کی اُن دونوں فرقوں سے جنگ رہی اور کافر گروہ اُن پر غالب رہے یہاں تک کہ انبیاء کے سردار محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ظہور فرمایا ،اس وقت ایمان دار گروہ ان کافروں پر غالب ہوا۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرنے سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائی،اس کی برکت سے یہ لوگ کافروں پر غالب ہوگئے۔

(خازن، الصف، تحت الآیۃ: ۱۴، ۴/۲۶۳-۲۶۴، جلالین، الصف، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۴۵۹، مدارک، الصف، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۱۲۳۸، ملتقطاً)

آیت ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)…مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے، یہ شرک نہیں اور ”اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ“ کے خلاف نہیں۔

(2)...عیسائیوں کو نصاریٰ اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے آباء واَجداد نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا تھا: ''نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ''۔

(3)...اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی مدد کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے، کیونکہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد کی تھی مگر عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مدد گار ہیں۔

سورۃ الجمعہ

85

جمعہ کی اذان ہونے پر نمازِ جمعہ کی تیاری کا حکم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (الجمعۃ:۹)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے۔﴾ اس آیت سے نمازِ جمعہ کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق تین باتیں ملاحظہ ہوں:

(1)...اس آیت میں اذان سے مراد پہلی اذان ہے نہ کہ دوسری اذان جو خطبہ سے مُتَّصِل ہوتی ہے۔ اگرچہ پہلی اذان حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے زمانے میں اضافہ کی گئی مگر نماز کی تیاری کے واجب ہونے اور خرید و فروخت ترک کر دینے کا تعلق اسی سے ہے۔

(2)...دوڑنے سے بھاگنا مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کیلئے تیاری شروع کر دو اور ذِکْرُ اللہ سے جمہور علماء کے نزدیک خطبہ مراد ہے۔

(3)...اس آیت سے نمازِ جمعہ کی فرضیّت، خرید و فروخت وغیرہ دُنْیَوی مَشاغل کی حرمت اور سعی یعنی نماز کے اہتمام کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔ (خزائن العرفان، الجمعۃ، تحت الآیۃ:۹، ص۱۰۲۵، ملخصاً)

جمعہ کی وجہِ تَسمیہ:

عربی زبان میں اس دن کا نام عروبہ تھا بعد میں جمعہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جس شخص نے اس دن کا نام جمعہ رکھا وہ کعب بن لُوی ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن نماز کیلئے جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

(خازن، الجمعة، تحت الآية: ۹، ۴/۲۶۵)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا پہلا جمعہ:

سیرت بیان کرنے والے علماء کا بیان ہے کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو 12 ربیع الاوّل، پیر کے دن، چاشت کے وقت قباء کے مقام پر ٹھہرے، پیر سے لے کر جمعرات تک یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی، جمعہ کے دن مدینہ طیبہ جانے کا عزم فرمایا، بنی سالم بن عوف کی وادی کے درمیان جمعہ کا وقت آیا، اس جگہ کو لوگوں نے مسجد بنایا اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے وہاں جمعہ پڑھایا اور خطبہ فرمایا۔ یہ پہلا جمعہ ہے جو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے اَصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ پڑھا۔

(خازن، الجمعة، تحت الآیة: ۹، ۲۶۶/۴)

روزِ جمعہ کے 4 فضائل:

کثیر اَحادیث میں جمعہ کے دن کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ان میں سے 4 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''بہتر دن جس پر سورج نے طلوع کیا، جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کیے گئے، اسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں انہیں جنت سے اترنے کا حکم ہوا اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔ (مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة، ص۴۲۵، الحدیث: ۱۸(۸۵۴))

(2)... حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو دُرود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: میں نے عرض کی اور موت کے بعد؟ ارشاد فرمایا: بے شک! اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، روزی دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیه وسلم، ۲۹۱/۲، الحدیث: ۱۶۳۷)

(3)... حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الاضحی اور عید الفطر سے بڑا ہے، اس میں پانچ خصلتیں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے اسی میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا۔ (2) اسی میں انہیں زمین پر اُتارا۔ (3) اسی میں انہیں وفات دی۔ (4) اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے دے گا، جب تک حرام کا سوال نہ کرے۔ (5) اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی، کوئی مُقرَّب فرشتہ، آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔

(ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنّة فیها، باب فی فضل الجمعة، ۸/۲، الحدیث: ۱۰۸۴)

(4) حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اسے عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مُہر ہوگی۔

(حلیة الاولیاء، ذکر طبقة من تابعی المدینة...الخ، محمد بن المنکدر، ۱۸۱/۳، الحدیث: ۳۶۲۹)

جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی گھڑی:

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ خاص طور پر دعا قبول فرماتا ہے، جیسا کہ اوپر حدیث نمبر 3 میں بیان ہوا اور حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جمعہ کے دن کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اس میں ایک ساعت ہے، جو مسلمان بندہ اسے پائے اور وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے گا وہی عطا فرمادی جائے گی، اور ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ (بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، ۱/۳۲۱، الحدیث: ۹۳۵)

یاد رہے کہ وہ کون سا وقت ہے اس بارے میں روایتیں بہت ہیں، ان میں سے دو قوی ہیں: (1) وہ وقت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے نماز ختم تک ہے۔ (2) وہ جمعہ کی آخری ساعت ہے۔ (بہار شریعت، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، ۱/۷۵۴، ملخصًا)

نمازِ جمعہ کے 2 فضائل:

اَحادیث میں جمعہ کی نماز کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں، یہاں ان میں سے دو فضائل ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا، اس کے لیے ان گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوئے ہیں اور (ان کے علاوہ) مزید تین دن (کے گناہ بخش دیئے جائیں گے) اور جس نے کنکری چھوئی اس نے لَغْو کیا۔ (مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ، ص۴۲۷، الحدیث: ۲۷(۸۵۷)) یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لَغْو میں داخل ہے کہ کنکری پڑی ہو اُسے ہٹا دے۔

(2)... حضرت ابو سعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''پانچ چیزیں جو ایک دن میں کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا۔ (1) جو مریض کو پوچھنے جائے، (2) جنازے میں حاضر ہو، (3) روزہ رکھے، (4) جمعہ کو جائے، (5) اور غلام آزاد کرے۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، ۳/۱۹۱، الحدیث: ۲۷۶۰، الجزء الرابع)

جمعہ کی نماز چھوڑنے کی وعیدیں

اَحادیث میں جہاں نمازِ جمعہ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں وہیں جمعہ کی نماز چھوڑنے پر وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں چنانچہ یہاں اس کی دو وعیدیں ملاحظہ ہوں:

(1)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آئیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔

(مسلم، کتاب الجمعۃ، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ، ص۴۳۰، الحدیث: ۴۰(۸۶۵))

(2)... حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی عذر کے بغیر تین جمعہ چھوڑے وہ منافقین میں لکھ دیا گیا۔ (معجم الکبیر، مسند الزبیر بن العوام، باب ما جاء فی المرأۃ السوء...الخ، ۱/۱۷۰، الحدیث: ۴۲۲)

نمازِ جمعہ کی فرضیّت کی شرائط اور دیگر مسائل کیلئے بہارِ شریعت کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازِ جمعہ کی فرضیت سے متعلق 3 شرعی مسائل:

یہاں نمازِ جمعہ کی فرضیت سے متعلق 3 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)...جمعہ فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مُؤَکَّد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔(بہار شریعت، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، مسائل فقہیہ، ۱/ ۷۶۲)

(2)...جمعہ پڑھنے کے لئے 6 شرطیں ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو جمعہ ہو گا ہی نہیں،(1) جہاں جمعہ پڑھا جا رہا ہے وہ شہر یا فناءِ شہر ہو۔ (2) جمعہ پڑھانے والا سلطانِ اسلام ہو یا اس کا نائب ہو جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔(3) ظہر کا وقت ہو۔یعنی ظہر کے وقت میں نماز پوری ہو جائے، لہٰذا اگر نماز کے دوران اگرچہ تشہد کے بعد عصر کا وقت آگیا تو جمعہ باطل ہو گیا، اب ظہر کی قضا پڑھیں۔(4) خطبہ ہونا۔(5) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین مَردوں کا ہونا۔(6) اذنِ عام، یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے، کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔

(3)...جمعہ فرض ہونے کے لئے 11 شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو جمعہ فرض نہیں، لیکن اگر پڑھے گا تو ادا ہو جائے گا:(1) شہر میں مقیم ہونا،(2) صحت، یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں، مریض سے مراد وہ ہے کہ جامع مسجد تک نہ جا سکتا ہو، یا چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہو گا۔(3) آزاد ہونا،(4) مرد ہونا،(5) عاقل ہونا،(6) بالغ ہونا،(7) آنکھوں والا ہونا، یعنی نابینا نہ ہو،(8) چلنے پر قادر ہونا،(9) قید میں نہ ہونا(10) بادشاہ یا چور وغیرہ کسی ظالم کا خوف نہ ہونا،(11) اس قدر بارش، آندھی، اولے یا سردی نہ ہونا کہ ان سے نقصان کا صحیح خوف ہو۔

نوٹ: جمعہ سے متعلق شرعی مسائل کی مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے بہار شریعت، جلد 1، حصہ 4 سے **"جمعہ کا بیان"** مطالعہ فرمائیں۔

﴿**ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ: یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔**﴾ یہاں بہتری سے مراد لُغوی بہتری ہے یعنی دنیاوی کاروبار سے نمازِ جمعہ اور خطبہ وغیرہ بہتر ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حاضری واجب نہ ہو، صرف مستحب ہو۔

سورۃ المنافقون

86

مال، اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔(المنافقون: ۹)

﴿**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے ایمان والو!**﴾ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کے اَحوال بیان کئے گئے اور اب یہاں سے ایمان والوں کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ اے ایمان والو! منافقوں کی طرح تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا کہ دنیا میں

مشغول ہو کر دین کو فراموش کر دے گا، مال کی محبت میں اپنے حال کی پرواہ نہ کرے گا اور اولاد کی خوشی کیلئے آخرت کی راحت سے غافل رہے گا تو ایسے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں کیونکہ اُنہوں نے فانی دنیا کے پیچھے آخرت کے گھر کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔

(خازن، المنافقون، تحت الآیۃ: ۹، ۴/۲۷۴، مدارک، المنافقون، تحت الآیۃ: ۹، ص۱۲۴۵، ملتقطاً)

یہاں آیت کی مناسبت سے دنیا کے مال سے متعلق ایک حدیثِ پاک ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے کچھ مال کا سوال کیا اور بہت اِلتجاء کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ’’اے حکیم! تمہارا اتنی کثرت سے سوال کرنا کیا ہے؟ اے حکیم! بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دینے والے کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور دینے والے کا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے جسے دیا گیا اور جسے دیا گیا اس کا ہاتھ سب سے نیچے ہوتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المکیین، مسند حکیم بن حزام، ۵/۲۲۸، الحدیث: ۱۵۳۲۱)

سورۃ التغابن

87

بیویوں اور اولاد سے متعلق دو ہدایات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (التغابن: ۱۴)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ: اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں۔﴾ **شانِ نزول:** چند مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی بیوی اور بچوں نے انہیں روکا اور کہا: ہم آپ کی جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے، آپ چلے جاؤ گے تو ہم آپ کے پیچھے ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ بات ان پر اثر کر گئی اور وہ ٹھہر گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اُنہوں نے ہجرت کی تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو دیکھا کہ وہ دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہو گئے ہیں، یہ دیکھ کر اُنہوں نے اپنے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور یہ قصد کیا کہ ان کا خرچ بند کر دیں گے کیونکہ وہی لوگ اُنہیں ہجرت سے مانع ہوئے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہجرت کرنے والے اصحاب علم و فقہ میں اُن سے منزلوں آگے نکل گئے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں آئندہ ایسے بیوی بچوں کی بات ماننے سے منع کیا گیا، ان سے تعلق ترک کرنے سے بھی روکا گیا اور انہیں اپنے بیوی بچوں سے درگزر کرنے اور

معاف کر دینے کی ترغیب بھی دی گئی، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں کہ تمہیں نیک اعمال کرنے سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور ان کے کہنے میں آ کر نیکی سے باز نہ رہو اور اگر تم ان کی ایسی حرکت پر مطلع ہونے کے بعد انہیں معاف کر دو اور انہیں ڈانٹنے سے درگُزر کرو اور ان کی خطا بخش دو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہاری خطاؤں کو مٹادے گا۔(خازن، التغابن، تحت الآیۃ: ۱۴، ۴/۲۷۶، مدارک، التغابن، تحت الآیۃ: ۱۴، ص۱۲۴۸، ملتقطاً)

آیت ”اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...جو بیوی بچے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، نماز، حج اور ہجرت سے روکیں وہ ایک اعتبار سے ہمارے دشمن ہیں کہ ہماری آخرت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور دشمن وہی ہوتا ہے جو نقصان پہنچائے، لہٰذا ان کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جن کو ان کے بال بچوں نے ہجرت کرنے سے روکا تھا حالانکہ ہجرت ان پر فرض تھی۔

(2)...ہمارا وہ رشتہ دار جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے روکے وہ دشمن ہے اور وہ اجنبی اور غیر جو ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک پہنچائے وہ ہمارا عزیز ہے۔

(3)...اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں۔

(4)...بیوی بچوں کے قصور معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، جو مخلوق پر رحم کرے گا خالق اس پر رحم فرمائے گا۔

سورۃ التحریم

88

خود کو اور اہلِ خانہ کو نارِ جہنم سے بچانے کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝۶

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔(التحریم: ۶)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی فرمانبرداری اختیار کرکے، عبادتیں بجالا کر، گناہوں سے باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کرکے اور انہیں علم وادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

یہاں آدمی سے کافر اور پتھر سے بت وغیرہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت ہی شدید حرارت والی ہے اور جس طرح دنیا کی آگ لکڑی وغیرہ سے جلتی ہے جہنم کی آگ اس طرح نہیں جلتی بلکہ ان چیزوں سے جلتی ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

مزید فرمایا کہ جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو جہنمیوں پر سختی کرنے والے اور انتہائی طاقتور ہیں اور ان کی طبیعتوں میں رحم نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

(خازن، التحریم، تحت الآیۃ: ۶، ۲۸۷/۴، مدارک، التحریم، تحت الآیۃ: ۶، ص۱۲۵۸، ملتقطاً)

ہر مسلمان پر اپنے اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم وتربیت لازم ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاں مسلمان پر اپنی اصلاح کرنا ضروری ہے وہیں اہلِ خانہ کی اسلامی تعلیم وتربیت کرنا بھی اس پر لازم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور گھر میں جو افراد اس کے ماتحت ہیں ان سب کو اسلامی احکامات کی تعلیم دے یا دلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے تاکہ یہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں۔ ترغیب کے لئے یہاں اہلِ خانہ کی اسلامی تربیت کرنے اور ان سے احکامِ شرعیہ پر عمل کروانے سے متعلق 3 اَحادیث ملاحظہ ہوں:

(1)… حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، چنانچہ حاکم نگہبان ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے اہلِ خانہ پر نگہبان ہے، اس سے اس کے اہلِ خانہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، خادم اپنے مالک کے مال میں نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا، آدمی اپنے والد کے مال میں نگہبان ہے ، اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔

(بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۳۰۹/۱، الحدیث: ۸۹۳)

(2)… حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر الگ کر دو۔

(ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ؟، ۲۰۸/۱، الحدیث: ۴۹۵)

(3)… حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات میں اُٹھ کر نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) جگائے، اگر وہ نہ اُٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کے وقت اٹھے، پھر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(ابو داؤد، کتاب التطوّع، باب قیام اللیل، ۴۸/۲، الحدیث: ۱۳۰۸)

پانی کے چھینٹے مارنے کی اجازت اُس صورت میں ہے جب جگانے کے لئے بھی ایسا کرنے میں خوش طبعی کی صورت ہو یا دوسرے نے ایسا کرنے کا کہا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اہلِ خانہ کی صحیح اسلامی تعلیم وتربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

جہنم کے خوف سے روح پرواز کر گئی:

یہاں اسی آیت سے متعلق ایک حکایت ملاحظہ ہو، چنانچہ حضرت منصور بن عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حج کیا اور (سفر کے دوران) کوفہ کے ایک سرائے میں ٹھہرا، پھر میں ایک اندھیری رات میں باہر نکلا تو آدھی رات کے وقت کسی کی درد بھری آواز سنی اور وہ یوں کہہ رہا تھا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، تیری عزت و جلال کی قسم! میں نے جان بوجھ کر تیری نافرمانی اور مخالفت نہیں کی اور مجھ سے جب بھی تیری نافرمانی ہوئی میں اس سے ناواقف نہیں تھا لیکن خطا کرنے پر میری بد بختی نے میری مدد کی اور تیری سَتّاری (کی امید) نے مجھے گناہ پر ابھارا اور بے شک میں نے اپنی نادانی کی بنا پر تیری نافرمانی اور مخالفت کی تو اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا، اگر تو نے مجھ سے اپنی (رحمت وعنایت کی) رسی کاٹ لی تو میں کس کی رسی کو تھاموں گا۔ جب وہ اپنی اس اِلتجاء سے فارغ ہوا تو میں نے قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

پھر میں نے ایک شدید حرکت سنی اور اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی۔ میں وہاں سے چلا گیا اور دوسرے دن اپنی رہائش گاہ میں لوٹا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے وہاں موجود ایک بوڑھی خاتون سے میت کے بارے میں پوچھا اور وہ مجھے نہیں جانتی تھی، اس نے کہا: رات کے وقت یہاں سے ایک مرد گزرا، اس وقت میرا بیٹا نماز پڑھ رہا تھا، اس آدمی نے قرآنِ مجید کی ایک آیت پڑھی جسے سن کر میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے۔

(مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ التحریم، حکایۃ اخری فی خشیۃ اللہ تعالٰی، ۳/۳۱۸، الحدیث: ۳۸۸۲)

89

سچی توبہ کرنے کا حکم اور اس کے فضائل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَاۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۸﴾

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹا

دے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی اور ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے رسوانہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہو گا، وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ (التحریم: ۸)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا: اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو۔﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی سچی توبہ کرو جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اَعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے بچتا رہے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اور دوسرے اَصحاب نے فرمایا: ”توبۂ نصوح یہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

(خازن، التحریم، تحت الآیۃ: ۸، ۴/۲۸۷، مدارک، التحریم، تحت الآیۃ: ۸، ص۱۲۵۸، ملتقطاً)

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ: قریب ہے کہ تمہارا رب۔﴾ ارشاد فرمایا: قریب ہے کہ تمہارا رب توبہ قبول فرمانے کے بعد تمہاری برائیاں تم سے مٹا دے اور قیامت کے اس دن تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو رُسوا نہ کرے گا، پل صراط پر ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہو گا اور جب ایمان والے دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جنت میں داخل ہونے تک ہمارے لئے اس نور کو باقی رکھ اور جب کافروں کو جہنم میں گرتا ہوا دیکھیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(مدارک، التحریم، تحت الآیۃ: ۸، ص۱۲۵۹، روح البیان، التحریم، تحت الآیۃ: ۸، ۱۰/۶۵-۶۶، ملتقطاً)

سچی توبہ کی ترغیب:

فی زمانہ حالات ایسے پُر فِتَن ہیں کہ گناہ کا اِرتکاب کرنا بے حد آسان جبکہ گناہ سے بچنا بے حد دشوار اور نیکی کرنا بہت مشکل ہو چکا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور جو گناہ اس سے سرزَد ہو چکے ہیں ان سے سچی توبہ کرے کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو انسان کے نامۂ اعمال سے اس کے گناہ مٹا دیتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (شوریٰ: ۲۵)		ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ شخص جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔ (ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، ۴/۴۹۱، الحدیث: ۴۲۵۰)

اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو اس کے گناہ بُھلا دیتا ہے، اس کے اَعضا کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے زمین پر نشانات بھی مٹا ڈالتا ہے یہاں

تک کہ جب وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے گناہ پر کوئی گواہ نہ ہو گا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی التوبۃ والمبادرۃ بہا واتباع السیّئۃ الحسنۃ، ۴/۴۸، الحدیث: ۱۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں سابقہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور آئندہ گناہوں سے بچتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

آیت ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے پانچ باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... توبہ گناہوں کی معافی اور جنت کا مُستحق ہونے کا ذریعہ ہے۔

(2)... مُتَّقی مومن قیامت کے دن حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہوں گے۔

(3)... قیامت کا دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھ والوں کی عزت کا، جبکہ کافروں کی رُسوائی کا دن ہو گا۔

(4)... مومن اگرچہ گنہگار ہو لیکن اِنْ شَآءَ اللہ آخرت کی رسوائی سے محفوظ رہے گا، اگر اسے سزا بھی دی جائے گی تو اس طرح کہ اس کی رسوائی نہ ہو۔

(5)... ابتداء میں پل صراط پر منافقوں کو نور ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچیں گے تو وہ نور بجھ جائے گا۔